احیائے خلافت

محرم الحرام ۱۴۳۶ھ ،نومبر ۲۰۱۴ء

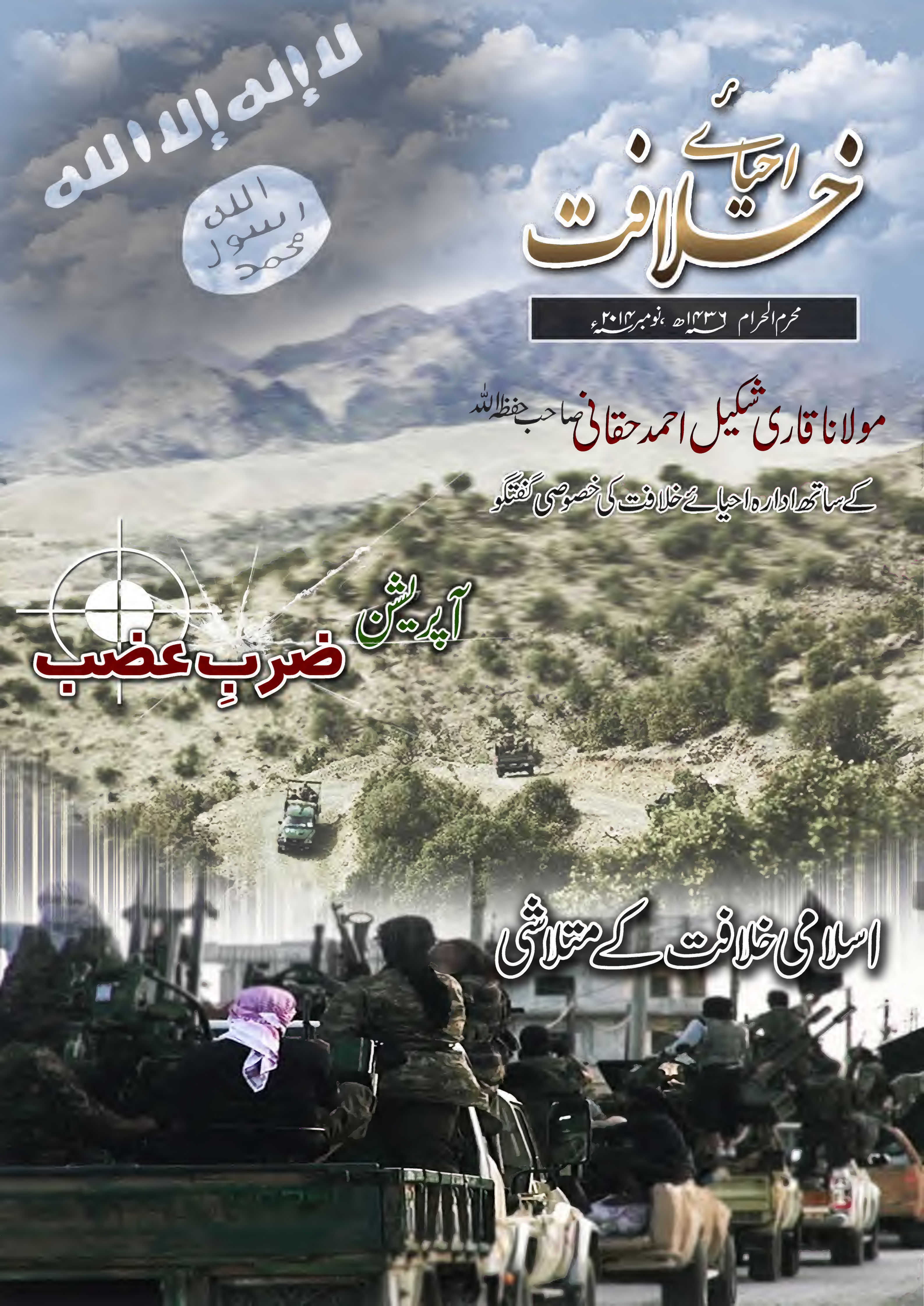

مولانا قاری شکیل احمد حقانی صاحب حفظہ اللہ
کے ساتھ ادارہ احیائے خلافت کی خصوصی گفتگو

آپریشن ضربِ عضب

اسلامی خلافت کے متلاشی

ڈرون حملوں

کے شکار ان معصوم پھولوں کی دعا

جن کو خوشیوں کی بہار دیکھنا نصیب نہ ہوئی

خدا کرے کہ نہ کبھی
دشمن کے طیاروں کی بے رحم چنگھاڑ سے
بموں کی اندھی یلغار سے
تیرا بھی کوئی اپنا مرے
تو تڑپتی لاشوں کے انبار سے
اپنوں کے نقوش ڈھونڈے
جلے ہوئے گھر کی راکھ سے
اُٹھتے گہرے سیاہ دھوئیں کو
تو حیران و پریشان دیکھتا پھرے
تو نہ مر سکے، تو نہ جی سکے
تو تلخیِ وحشت کو نہ پی سکے
تجھے زندگی مثلِ عذاب لگے
تیری خوشیوں کو کبھی آگ لگے
خدا کرے کہ نہ کبھی
تو زندگی میں ہو دربدر

اندھیری راتوں کی تاریک ڈگر پر
تجھے مل سکے نہ چاند کا نگر
ہجرت کی یہ راہ گزر
جو ہے بڑی طویل تر
تجھے ان پر کبھی بھٹکنا پڑے
امید کا چراغ ہاتھوں میں لیے
تجھے روشنی کیلئے سسکنا پڑے
خدا کرے کہ نہ کبھی
تجھے تاریکی و ظلمت تلے جینا پڑے
بجانب حق ہو کر بھی
تجھے ہونٹوں کو سینا پڑے
بے رحم نظروں کی تپش تلے
یتیمی کا دکھ جھیلنا پڑے
آنکھوں کی حسرت کو چھپا کر
بے بسی کے زہر کو پینا پڑے
خدا کرے کہ نہ کبھی

تیرا بھی نشیمن ہو ویران
تجھے چاہ کہ بھی نہ مل سکیں
تیرے اپنوں کی یادوں کے نشان
زمین تجھ پر قہر برسائے
ناراض ہو تجھ سے آسمان
تقدیر تجھے آنکھیں دکھائے
تو خود ہو اپنی قسمت پہ حیران
خدا کرے کہ نہ کبھی
تو بھی ہو مجھ سا غریب
خدا کرے کہ نہ کبھی
تجھے ملے مجھ سا نصیب

ام ولاء

تحریکِ طالبان پاکستان جماعت الاحرار کا علمی، عسکری اور سیاسی ترجمان

احیائے خلافت

محرم الحرام ۱۴۳۶ھ ،نومبر ۲۰۱۴ء

حضرتِ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا فرما دیں گے۔ (ابو داوٗد، ابن ماجہ)

نمبر شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	القرآن والسنۃ		۴
۲	اداریہ		۶
۳	قاری شکیل احمد حقانی صاحب کے ساتھ احیائے خلافت کا خصوصی انٹرویو		۷
۴	آپریشن ضربِ عضب	معاذ فاروقی	۱۰
۵	اسلامی خلافت کے متلاشی	عمر خالد خراسانی صاحب	۱۲
۶	پاکستان میں چینی سرمایہ کاری کے پس پردہ محرکات	احسان اللہ احسانؔ	۱۵
۷	تحریکِ لال مسجد سے انقلابی دھرنوں تک	ابنِ حیدر	۱۷
۸	انجان راہوں کے گمنام مسافر	امّ ولاء	۱۹
۹	چیدہ چیدہ		۲۰
۱۰	جماعت الاحرار کے تاسیس کے دن جماعت کے قائدین کے بیانات		۲۲
۱۱	عالمِ اسلام نظریاتی جنگ کے حصار میں	مولانا قاضی عمر مراد صاحب	۲۶
۱۲	دہشت گرد کون؟	مولانا ابو عمر حفظہ اللہ	۲۸
۱۳	کیا افواج کے افراد پر لفظ مرتد کا اطلاق جائز ہے؟		۱۶
۱۴	تحریکِ طالبان سے تحریکِ طالبان جماعت الاحرار تک	سیف اللہ خراسانی	۲۹
۱۵	صلوٰاتِ خمسہ اور ہم	مولانا ابو عمر حفظہ اللہ	۳۰
۱۶	مہاجرین وانصار	مفتی مصباح صاحب	۳۲
۱۷	الامام العز	مولانا صالح قسام صاحب	۳۳
۱۸	تقویٰ کی اہمیت	مولانا شاہ خالد صاحب	۳۶
۱۹	سابق فوجی افسر کیپٹن طارق علی کا تحریک طالبان جماعت الاحرار میں شمولیت پر بیان		۴۰
۲۰	پاکستانی فوج کے خونی پنجے سے فرار		۴۲
۲۱	خلافت کی اہمیت قرآن کی نظر میں	مولانا ابو الحسن صالحی صاحب	۴۵
۲۲	محمد بن قاسمؒ کی فتوحات کا راز	ابو ثمامہ حقانی	۴۶
۲۳	کام وہی، مگر انداز بدل گئے!	مجاہد عمر خراسانی	۴۷

سر پرستِ اعلیٰ

عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ

نگران اعلیٰ

مولانا صالح قسام حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر ابو عبیدہ الاسلام آبادی حفظہ اللہ

ہمارا برقی پتہ ہے:
ihyaekhilafat@gmail.com

رسالے کو انٹرنیٹ پر پڑھیے:
www.ihyaekhilafat.com
ihyaekhilafat.blogspot.com

زیرِ انتظام

Ihyaekhilafat

احیائے خلافت
اعلامی کمیشن

تحریکِ طالبان پاکستان جماعت الاحرار

القرآن والسنہ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ "وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَـئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(سورۃ البقرہ،۲۱۷)

ترجمہ:اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح:اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کریں اور اسی حالت میں اسے موت آ جائے یعنی وہ دوبارہ اسلام کی طرف واپس آنے سے پہلے مرجائے تو وہ کافر ہے۔اور جو لوگ ایسا کرینگے تو ان کے اعمال ضائع ہیں، دنیا بھی ان کی خراب ہے اور آخرت میں بھی جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا۔اس آیت کریمہ میں لفظ "یرتدد" کا ذکر ہے، اسی سے اگر اسم فعل بنایا جائے تو وہ "مرتد" آتا ہے۔جو کہ بابِ افتعال سے ہے۔اسلام نہ ماننے کو کفر کہا جاتا ہے۔پھر علماء نے کفر کی کئی اقسام ذکر کی ہیں، اولاً کفر کی تقسیم دو طرح کی ہے۔(۱) کفر اصغر (۲) کفر اکبر۔پھر کفرِ اکبر کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) کفرِ تکذیب: کفر تکذیب یہ ہے کہ انسان انبیاء کرام کی تکذیب کریں اور ان کے دین کے بارے میں کہے کہ یہ دین نہیں ہے۔تو اسے کفرِ تکذیب کہتے ہیں۔

(۲) کفر الاباء والاستکبار: کفر اباء یہ ہے کہ انسان اسلام کو پہچان لے کہ یہ ایک برحق دین ہے، مگر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے نہیں مانتا۔

(۳) کفر الشک: کفر الشک یہ ہے کہ انسان کو اسلام کی حقانیت اور اس کی سچائی میں شک ہو کہ یہ حق ہے کہ نہیں۔

(۴) کفرِ اعراض: کفرِ اعراض یہ ہے کہ انسان اپنے تمام حواس کے ساتھ اسلام سے منہ موڑے اور اس سے انکار کریں۔

(۵) کفر النفاق: کفرِ نفاق یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر تو اسلام ظاہر کریں لیکن خفیہ طور پر وہ کافر ہو، جیسے کہ نبی کریم ﷺ کی زمانے میں ہوا کرتے تھے۔جن کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔اس بارے میں ایک وضاحت ضروری ہے کہ منافقین جس طرح نبی کریم ﷺ کی زمانے میں ہوا کرتے تھے، آج بھی ہو سکتے ہیں، البتہ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے منافقین کا پتہ چلتا تھا کیونکہ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا، لیکن چونکہ اب نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اس وجہ سے اب منافقین کو معلوم کرنا مشکل ہے الا یہ کہ وہ خود اس بات کا بعد میں اعتراف کریں۔لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اس دور میں بھی منافقین موجود ہو سکتے ہیں۔

علماء کرام نے ایک اور تقسیم بھی کی ہے، جسے کفر اصلی اور کفرِ ارتداد کہتے ہیں۔کفر اصلی یہ ہوتا ہے کہ انسان پیدائشی طور پر کسی کافر گھرانے میں پیدا ہو جائے اور اسی دین پر قائم رہے۔اور کفر وارتداد یہ ہے کہ انسان مسلمان ہو اور پھر کفر اختیار کر لے۔اسے ارتداد کہتے ہیں اور اس عمل کرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔اس پر ہم پہلے بات کر چکے ہیں کہ انسان کب کافر ہوتا ہے، یعنی ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر کہلاتا ہے۔اور ضروریات دین میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو حضور ﷺ سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہول۔

ارتداد کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے مشہور مذہب مثلاً یہودیت، عیسائیت یا کوئی دوسرا دین ہندومت، بدھ مت وغیرہ اختیار کر لے اور دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے مشہور اور مسمّٰی مذہب کو تو اختیار نہیں کرتا لیکن اسلام سے نکل جاتا ہے۔اسے الحاد، بے دینی اور لادینیت کہتے ہیں۔ہمارے دور میں یہ دوسری قسم تقریباً دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں خاصی پھیل چکی ہے۔اور یہ حضور ﷺ کی اس پیش گوئی کا مصداق بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا۔عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال بادرو بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا اویمسی مومنا ویصبح کافرا یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔ترجمہ:ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اعمال کی طرف دوڑ تاریک رات کی طرح فتنوں سے پہلے، ایک شخص صبح کے وقت مومن ہوگا جبکہ شام کو وہ کافر ہوگا یا شام کو مومن ہوگا مگر صبح کو کافر ہوگا دنیوی ساز و سامان کی خاطر اپنے دین کو بیچے گا۔(الصحیح للامام مسلم)

کفار نے ایسی سازشیں کر رکھی ہیں کہ مسلمانوں کو اقتدار، مال و دولت اور ہوسِ جاہ میں مبتلا کر کے ان سے ایسے ایسے کام کروائے جس کا تصور کرنا بھی ایک دو صدی قبل مسلمانوں کے لئے مشکل تھا۔ارتداد کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی زندیقیت ہے کہ صریح کفر کے باوجود بزعمِ خویش اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔کفار نے اتنی محنت کی ہے کہ مسلمان کے سامنے اسلام کو بدنما کر کے پیش کیا جا رہا ہے، بیشمار مسلمان آپ کو ایسے ملیں گے جو امریکہ کے حامی ہونگے اور مجاہدین کی مخالفت کرتے ہونگے۔بلکہ اس سے بڑھ کر وہ لوگوں کو اس بات کی دلیلیں دیتے ہیں کہ وہ امریکہ کے حامی بن جائیں اور مجاہدین اور طالبان کی مخالفت شروع کر دیں۔بلکہ اس غرض کے لئے تو کفار نے مستقل ادارے قائم کئے ہیں جو مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹانے کے لئے مسلسل محنت کر رہی ہے۔اور ان اداروں میں کام کرنے والے اکثر مسلمان ہوتے ہیں جو کہ کفریہ نظام کی خاطر چند

دنیاوی ٹکوں کی خاطر مسلمان قوم کو گمراہ کرنے کی تحریک کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ دن رات انہیں اپنے آقاؤں کی طرف سے احکامات ملتے ہیں جنہیں وہ ترجمہ کرکے اپنے ہم لسان مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح کئے نام نہاد مسلمان کفار کے بڑے بڑے اماموں کے دفاتر میں اپنی خدمات پیش کررہے ہوتے ہیں حالانکہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ وہ اسلام کے خلاف مسلسل برسرِ پیکار ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر قابل افسوس حالت توان مسلمانوں کی ہے جو مسلمان ممالک پر حملہ آور کافروں کے ترجمان بنے ہوئے ہیں ، وہ کفار کو مجاہدین کی گھروں تک پہنچاتے ہیں، ان کو راستے دکھاتے ہیں اور یہ سب کچھ صرف چند دنیوی عارضی مفادات کی خاطر ہوتا ہے۔ یہی حالت پاکستانی فوج کی ہے۔ جو امریکی اڈوں کے باہر پہرہ دیتی ہے، ان کی حفاظت کرتے ہیں، مسلمانوں کے دشمن ممالک یہود و نصاریٰ کے سفارتخانوں کے سامنے ڈیوٹی دیتے ہیں تاکہ کوئی مسلمان ان کفار کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

اسی طرح اسلام کے نظامِ خلافت کے مقابلے میں جمہوریت کو کھڑا کرکے اسے مسلمان دنیا پر مسلط کرنے کی جو تحریک چل رہی ہے اس میں بھی کفار کے شانہ بشانہ مسلمان کھڑے ہیں۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ جمہوریت میں انسان کو خدائی اختیارات دیے جاتے ہیں جیسے قانون سازی اور دیگر امورِ مملکت کا اختیار۔

ارتداد کی تاریخ

اسلام سے منہ پھیرنا اسلام قبول کرنے کے بعد یہ سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں شروع ہو چکا تھا، جیسا کہ مؤرخین نے اسود عنسی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں اسود عنسی نامی شخص مرتد ہو گیا تھا۔ جس کا صحابہ نے سخت مقابلہ کیا اور آخر کار آپ ﷺ کی حیات میں ہی یہ مرتد اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اس طرح کے ایک دو واقعات شاید اور بھی حضور ﷺ کی زندگی میں پیش آئیں ہوں لیکن ارتداد کا جو مشہور قصہ پیش آیا تھا وہ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد پیش آیا تھا جب عرب قبائل کی ایک بڑی تعداد مرتد ہو گئی تھی اور ان کے خلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہتھیار اُٹھانے پڑیں۔ جس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تاریخ میں ارتداد کے خلاف پہلی جنگ ہے ، جو باقاعدہ طور پر ایک منظم لشکر کیساتھ لڑی گئی تھی۔

مرتد کا حکم

اسلام سے ارتداد کرنے کے احکام اسلام میں انتہائی سخت ہے، گوکہ کافرِ اصلی کیساتھ تو کسی درجہ میں تخفیف ہو سکتی ہے کہ وہ اگر اسلامی حکومت کی برتری تسلیم کریں اور رسوا ہو کر جزیہ ادا کر رہنا چاہے تو اسے اجازت دی جا سکتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

لیکن کسی مرتد کے لئے اسلام میں زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے، فقہاء امت اس بات پر تمام کے تمام متفق ہیں کہ مرتد مرد کی سزا موت ہے، کیونکہ اجماع امت اسلام میں مستقل حجت ہے لہٰذا مرتد کے بارے میں یہی اجماعی فیصلہ ہے کہ وہ قتل کیا جائیگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے "من بدل دينه فاقتلوه" یعنی جو اپنے دین کو تبدیل کریں تو اسے قتل کرڈالو (بخاری شریف)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت کیا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں "لايحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزانی والمارق من الدين التارک للجماعة" (الصحيح للامام البخاری رحمه الله) ترجمہ: یعنی کسی مسلمان مرد کا خون جائز نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہو مگر تین باتوں کی وجہ سے وہ قتل کیا جا سکتا ہے (۱) نفس کے بدلے میں نفس یعنی قصاص میں (۲) شادی شدہ زانی (۳) دین سے نکلنے والا اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا۔

البتہ اگر کوئی عورت ارتداد اختیار کریں نعوذباللہ تو اس کے بارے میں تو امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بھی قتل ہو گی جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت قید میں ڈال دی جائیگی یہاں تک کہ وہ توبہ کریں یا جیل میں ہی مرجائے۔ تنویر الابصار کی شرح الدر المختار میں ہے "واعلم ان كل مسلم ارتد فانه يقتل ان لم يتب الا جماعة المرأة والخنثى ۔۔۔۔" یعنی جاننا چاہئے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے تو وہ قتل کیا جائیگا اگر توبہ نہ کرے مگر یہ کہ چند لوگ قتل نہیں کیے جائینگے، عورت۔۔"

☆☆☆☆☆☆

اداریہ

تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کا قیام

۷ اگست ۲۰۱۴ء کو تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کا قیام عمل میں آیا۔ جس سے عام مسلمانوں اور خصوصاً مجاہدین کے دلوں کو فرحت وسرور ملی اور کئی سالوں سے مایوسی اور بے چینی کے شکار مخلص حضرات ایک نئے عزم کیساتھ میدان عمل میں اُترے۔ چار پانچ سال سے طاری جمود کا خاتمہ ہوا اور پاکستان میں جاری جہاد کو ایک نئی روح ملی جس نے کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی۔

تحریک طالبان پاکستان کا قیام مخلص مجاہدین کی ایک طویل کوشش کے بعد وجود میں آیا۔ جہادِ پاکستان جو کہ ۲۰۰۷ء سے پہلے ایک منتشر اور غیر منظّم صورت میں جاری تھا لیکن لال مسجد آپریشن کے بعد مجاہدین کے چند قائدین نے یہ سوچا کہ ایک منظّم انداز میں اس جنگ کو آگے بڑھانا چاہئے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے سب سے پہلے تجویز محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ نے پیش کی اور پھر ان ہی کی کوششوں سے آخر کار تحریک طالبان پاکستان وجود میں آئی۔ اس کی قیادت کی ذمہ داری امیر محترم شہید بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کے سپرد کی گئی۔ ان اقدامات سے جہاد پاکستان میں انتہائی تیزی آئی اور پاکستانی سیکورٹی اداروں کو ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑی۔

لیکن رفتہ رفتہ وہ مخلص مجاہدین چلتے رہے اور تحریک میں کچھ ایسے عناصر آنے لگے جو مسلکی بنیادوں اور ذاتی مفاد کو معیار بنا کر تحریک کو چلانا چاہتے تھے۔ تحریک کا نظام آہستہ آہستہ کمزور ہوتا رہا اور پھر حالات اس حد تک پہنچ گئے کہ دشمن سے زیادہ تمام کوششوں کا محور آپس کے اختلافات اور اپنے اپنے علاقے کے مفادات کا تحفظ رہ گیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مجاہدین آپس میں دست وگریباں ہوئے اور شریعتِ اسلامیہ کی نفاذ کے لئے نکلے ہوئے مجاہد کا خون اب ایک مجاہد ہی کے ہاتھ سے بہہ رہا تھا۔ اب بندوقوں کا رخ حکومت کے بجائے اپنے ہی ساتھیوں کی طرف تھا۔

ان حالات سے مجاہدین اندر ہی اندر کُڑھتے رہے لیکن کسی کے ذہن میں اس مشکل سے نکلنے کا حل نہیں تھا گویا کہ قضیہ ولاابا حسن لہا کی کیفیت تھی۔ امیر محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ جو ان حالات میں سب سے زیادہ پریشان تھے، انہوں نے تحریک کی قیادت کو چند اصلاحات پیش کیں جن میں ایک لازمی شق یہ تھی کہ تحریک کا اندرونی ڈھانچہ امارتِ اسلامی افغانستان کے طرز پر ہونا چاہئے۔ اس نظام میں تمام مجاہدین جماعتی بنیادوں پر کام کرتے ہیں جس کی بنیاد علاقیت پر نہیں ہوتی بلکہ ہر مجاہد جہاں چاہے جس جماعت میں چاہے جہاد کر سکتا ہے۔ یہ ایک اہم نکتہ تھا کیونکہ اندرونی اختلافات کی اصل وجہ یہی تھا کہ ہمارا انتظامی ڈھانچہ علاقائی بنیادوں پر قائم تھا جس کی وجہ سے اندرونی لڑائیاں اور آپس کے اختلافات پیدا ہو رہے تھے۔ ان سفارشات کو تمام اراکینِ شوریٰ نے پسند کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ ان سفارشات پر عمل کئے بغیر تحریک نہیں چل سکتی۔ لیکن اس کے باوجود کچھ عناصر ایسے تھے جو ان سفارشات کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے لہذا انہوں نے ان سفارشات کو عملی طور پر نافذ ہونے نہیں دیا۔

آخر کار وہ مخلص مجاہدین جنہوں نے تحریک کی بنیاد رکھی تھی اور وہ تحریک کو اس حالت میں دیکھ نہیں سکتے تھے، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قیمت پر تحریک کو بچانا ہے تا کہ ہزاروں مجاہدین کی قربانیوں کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔ اس سلسلے میں تحریک کی بانی قیادت جن میں مولانا قاسم خراسانی حفظہ اللہ، محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ، مولانا قاری شکیل احمد حفظہ اللہ اور دیگر ساتھی شامل تھے، انہوں نے مجاہدین کو منظّم کرنے کی خاطر تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام کا اعلان کیا۔ جماعت الاحرار کی قیادت تحریک طالبان پاکستان کے بانی رکن اور حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کے سابقہ رکن شوریٰ مولانا قاسم خراسانی حفظہ اللہ کے سپرد کی گئی ہے۔

تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام کو مخلص مجاہدین کی طرف سے زبردست پذیرائی ملی اور وہ تمام حضرات جو جہادِ پاکستان کیساتھ مخلص ہیں مسلسل جماعت الاحرار میں شمولیت کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہم ان تمام ساتھیوں کو تہہ دل سے یہ دعوت دیتے ہیں جو پاکستان میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کا خواب پورا کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانوں کے عظیم مقاصد کی خاطر جماعت الاحرار کی نصرت وتائید کریں تا کہ ہزاروں شہداء کا خون اور اسیر بھائیوں کے خوابوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

جماعت الاحرار کے قیام کا حقیقی مقصد جہاد پاکستان میں کو نئے سرے سے منظّم کرنا اور مجاہدین کی آپس کے اختلافات کو ختم کرنا ہے۔ ہم اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام مجاہد ساتھی اس بات کا اہتمام کریں کہ وہ تمام مجاہدین کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھیں اور اپنے حقیقی اہداف تک رسائی کے لئے اپنی توانائیاں خرچ کریں تا کہ پاکستان میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو سکے اور عالمگیر اسلامی خلافت کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ ہماری تمام تر کوششوں کا خلاصہ ہی یہی ہے کہ تمام مسلمان خلافت کی چھتری تلے جمع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کوششوں میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز**

☆☆☆☆☆☆

مولانا قاری شکیل احمد حقانی صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ احیائے خلافت کی خصوصی گفتگو

قاری شکیل احمد حقانی صاحب حفظہ اللہ پاکستانی جہادی حلقوں میں ایک معروف ومشہور شخصیت ہیں۔آپ ایک طویل عرصے سے جہادی خدمات میں مصروف ہیں اور پاکستانی عسکری اداروں میں ایک خوف اور ہیبت کے علامت سمجھے جاتے ہیں۔جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے دینی علوم میں فراغت ہوئی اور ایک طویل مدت تک حرکت المجاہدین سے وابستہ رہے جس کے آخر میں مجلس عاملہ کے رکن بھی نامزد ہوئے تھے۔ان کے ایک بھائی حافظ سعید شہید رحمہ اللہ افغانستان کے دارالامان میں پینتیس دیگر پاکستانی مجاہدین کیساتھ شہید ہوچکے ہیں۔جہادی میدانوں میں آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں اور تقریباًدس ماہ تک پاکستان کے مختلف عقوبت خانوں میں قید کاٹ چکے ہیں۔تحریک طالبان پاکستان کے قیام کے لئے سب سے پہلے مہمند ایجنسی سے وزیرستان جو وفد گیا تھا،اس میں آپ بھی شامل تھے۔آپ تحریک طالبان پاکستان کی عالی شوریٰ اور سیاسی شوریٰ کی قیادت بھی کر چکے ہیں جبکہ فی الحال تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کی رہبری شوریٰ کے رکن ہیں۔گزشتہ دنوں انہوں نے جماعت الاحرار کے میڈیا کمیشن کے مرکز کا دورہ کیا جہاں احیائے خلافت اعلامی کمیشن کے مسئول مولانا صالح قسام صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ انکی گفتگو قارئین کے لئے پیش خدمت ہے

۔ادارہ

احیائے خلافت: قاری صاحب آپ اگر احیائے خلافت کے قارئین کو اپنی زبانی اپنا مختصر تعارف بتائیں تو ہمیں اس سے بہت خوشی ہوگی۔

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: باسم رب الشہداء والمجاہدین، میرا نام شکیل احمد ہے اور میرا تعلق مہمند ایجنسی کے تحصیل یکہ غنڈ سے ہے اور میں ۱۹۷۸ء اپریل کو تحصیل یکہ غونڈ کے گاؤں سروکلی میں پیدا ہوا ۔

احیائے خلافت: آپ کی ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی ؟اور دینی علوم کی تکمیل کس جامعہ سے کی؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: میں نے گل بادشاہ پرائمری سکول سروکلے برہان خیل سے پرائمری پاس کیا، میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول سبحان خوڑ مہمند ایجنسی سے پاس کیا اور ۲۰۰۶ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل ہوا۔

احیائے خلافت: جہادی زندگی کا آغاز کب سے ہوا؟ کیا کچھ خاص عوامل تھے جس کی وجہ سے آپ جہاد کی طرف آئے؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: جہادی سفر کا آغاز ۱۹۹۸ء سے کیا۔۱۹۹۹ء میں کابل میں حرکت المجاہدین کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معسکر میں ابتدائی جہادی تربیت کی۔جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو مسلمانوں کی خستہ حالی اور مظلومیت پر سوچنا شروع کیا اور جیسے جیسے میں بڑا ہوتا گیا تو یہ سوچ بھی مزید بڑھتی گئی کہ آخر ساری دنیا میں کیوں اسلامی نظام نہیں ہے۔ایک ارب چالیس کروڑ مسلمان کیوں یہود ونصاریٰ کے قوانین کے تحت زندگی گزار رہے ہیں؟ مسلمانوں کا خون پانی سے زیادہ سستا کیوں ہے؟ اور اس سب ذلت ورسوائی کا علاج کیا ہوگا؟۔جب میں مدرسہ گیا تو وہاں بھی یہی فکر لاحق رہی۔بہت سوچنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ ان مسائل کا واحد حل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔مسلمانوں کی مظلومیت اور قرآن مجید کی محکمومیت نے مجھے جہاد فی سبیل اللہ پر مجبور کیا۔ابتدائی طور پر حرکت المجاہدین تحصیل شبقدر کا مسؤل رہا، پھر مہمند ایجنسی کی مسؤلیت بھی ذمے ہوگئی۔۲۰۰۷ء تک حرکت المجاہدین میں رہا اور پھر حرکت المجاہدین کی مجلس عاملہ کی رکنیت بھی دی گئی تھی۔

احیائے خلافت: امارت اسلامی افغانستان کی نصرت وحمایت میں ماشاءاللہ آپ کا ایک بھرپور حصہ ہے۔آپ نے افغانستان میں کن محاذوں پر وقت گزارا؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: ۱۹۹۸ء کو اپنے مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ امارت اسلامی افغانستان کا ایک مطالعاتی دورہ کیا اور پھر اس وقت سے امارت اسلامی کی اعانت شروع کی۔ساتھیوں کو تیار کر کے افغانستان بھیجتے تھے اور جہادی تربیت حاصل کرنے کے بعد امارت اسلامی کے ساتھ مختلف محاذوں پر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شمالی اتحاد کے مقابلے میں مشہور محاذ قلعہ مراد بیگ جو شکر درہ اور گلدرہ کے قریب ہے ،وہاں چار مہینے تک مصروف جہاد رہا۔باگرام کے محاذ پر بھی الحمدللہ کافی وقت گزار چکا ہوں اور چاریکار کی مشہور جنگ میں بھی حصہ لیا۔

قندوز کے محاذ پر اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے کا موقع دیا اس وقت اشکمش اور خواجہ غار میں طالبان کے خط اول پر اللہ تعالیٰ نے حاضری کی توفیق دی۔تخار کے ضلع فرخار تنگی میں مجاہدین کی خدمت کرنے کا موقع ملا اور افغانستان پر امریکی یلغار کے وقت مجاہدین کو پاک افغان بارڈر پر روانہ کرنا اور انکو امارت اسلامی کے خط تک پہنچانا میری ذمہ داری رہی۔میں نے تقریباً ۵ ہزار مجاہدین کو سرحد پار کروائی ہے،اور زخمی مجاہدین کو نکالنا اور شہداء کرام کو گھروں تک لیجانا میری ذمہ داری تھی۔دارالامان کابل میں میرے چھوٹے بھائی حافظ محمد سعید شہید ہوئے اور انکے ساتھ ہمارے حرکت المجاہدین کے ۴۵ ساتھی بھی شہید ہوگئے۔ان شہداء کو نکالنا اور اپنے علاقوں تک پہنچانے کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیب فرمائی۔

احیائے خلافت: کہا جاتا ہے کہ پاکستانی حکومت نے ایک دفعہ آپ کو عرب ساتھیوں کی خدمت کرنے پر گرفتار بھی کیا تھا۔ اس واقعے کی تفصیلات اگر بتا دیں؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ جب ۲۰۰۱ء کو امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو زخمیوں کا علاج معالجہ کرنا اور انکے لئے ترتیبات بنانا ہمارے چند ساتھیوں کی ذمہ داری تھی۔

خوست میں ۹ عرب ساتھی زخمی ہوئے تھے۔ ہم انکو علاج کرنے کیلئے شمالی وزیرستان میرعلی لے گئے۔ میرعلی سے ان زخمی ساتھیوں کو اٹھایا اور علاج کیلئے پشاور لیجارہے تھے کہ راستے میں مخبری ہوئی اور پاکستانی فوج جو امریکہ کی صف اول تحادی ہے، کوہاٹ کے جنگلی چیک پوسٹ پر ناکہ باندھا تھا۔ ہمیں وہاں سے گرفتار کیا اور دودن کوہاٹ چھاؤنی میں رکھنے کے بعد سی آئی ڈی پشاور منتقل کر دیا۔ زخمیوں کو امریکہ کے حوالہ کیا اور ہمیں تقریباً ایک سال جیل میں بند رکھا۔ پھر ہمیں میرانشاہ کی جیل سے رہائی ملی۔

احیائے خلافت: پاکستان جسے ایک اسلامی مملکت بلکہ بعض لوگ اسے اسلام کا قلعہ کہتے ہیں، یہاں جہاد شروع کرنے کا فیصلہ کس طرح کیا؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: پاکستان کو اسلامی مملکت کہنا اور یا اسلام کا قلعہ کہنا میرے خیال میں لیٹرین کو نعوذ باللہ مسجد کہنے کے مترادف ہوگا۔

پاکستان میں اسلامی نظام کا نہ ہونا، فحاشی اور عریانی عروج پر ہونا، سودی نظام کا رائج ہونا، یہود ونصاریٰ کا دوست ہونا، امارت اسلامی کے ڈھانے میں امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ دینا، اور وانا میں مجاہدین اور نہتے عوام کے خلاف آپریشن کرنا، عرب مجاہدین کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنا، لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو شہید کرنا، علماء کرام اور طلباء کرام کو شہید کرنا۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر پاکستان کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا جو بہت صحیح اور درست تھا اور اس فیصلے پر دل وایمان سے خوش ہوں۔ جب تک جان میں جان رہی اور بدن میں خون گردش کرتا رہا، اس وقت تک نفاذ شریعت کیلئے پاکستان میں جہاد کرتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ۔

احیائے خلافت: قاری صاحب! آپریشن ضربِ عضب سے پہلے آپ کی سرکردگی میں حکومتِ پاکستان کے ساتھ مذاکرات ہوئے جس سے پوری قوم کو کافی ساری توقعات تھیں کہ حکومت آپ کے مطالبات مانکر ملک میں امن کی راہ ہموار کریگی۔ لیکن مذاکرات آخر کار ناکام رہے۔ کیا وجوہات تھیں اس کی ناکامی کی؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: اس سوال کا جواب تو بہت لمبا اور تفصیلی ہے لیکن میں مختصر جواب دونگا کہ حکومت پاکستان مذاکرات کرنے میں مخلص نہیں تھی۔ پاکستان آپریشن کیلئے راہ ہموار کرنا چاہتا تھا اور قوم کی آنکھوں میں مذاکرات کے ذریعے دھول جونکنا چاہتا تھا۔ ہماری کمیٹی میں مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا یوسف شاہ صاحب اور جناب پروفیسر ابراہیم صاحب اس بات کے شاہد ہیں کہ کئی مرتبہ حکومتی کمیٹی کا عین مقررہ وقت پر ملاقات سے انکار کرنا کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہم نے اپنے کمیٹی کے ذریعے حکومت کو پیغام بھیجا کہ اگر مذاکرات میں سنجیدہ ہیں تو مذاکرات کیلئے کوئی فری زون بنائے، اپنی کمیٹی کو اختیارات دے اور اعتماد سازی کیلئے غیر عسکری قیدیوں کو رہا کرے جس میں بوڑھے، بچے اور عورتیں شامل ہیں۔ وزیر داخلہ نے ہماری کمیٹی کے ساتھ وعدہ کیا کہ طالبان سیز فائر کریں تو ہم سیز فائر بھی کریں گے، فری زون بھی بنائیں گے جس میں مذاکرات کریں گے اور غیر عسکری قیدیوں کو رہا کریں گے۔ لیکن ان تین باتوں میں ایک بات بھی نہیں مانی گئی بلکہ چھاپے مارتے رہے اور روٹ آؤٹ کے نام سے شہروں میں آپریشن جاری رہا اور جیلوں کے اندر ساتھیوں کو شہید کرتے رہے۔ ایک مرتبہ ہماری کمیٹی کا وزیر داخلہ کے ساتھ ملاقات کا وقت طے تھا۔ عین اس وقت کرک میں ہمارے دو ساتھیوں کو جیل کے اندر شہید کیا اور کرک کے ایس ایچ او نے خود چوہدری نثار کے سامنے تصدیق کی۔ ہم نے ساڑھے سات سو غیر عسکری قیدیوں کی فہرست دی مگر ان میں سے ایک کو بھی رہا نہیں کیا گیا۔ سیز فائر کے دوران ہم نے ایک پٹاخہ بھی نہیں پھاڑا لیکن حکومت نے خیبر کے اندر بمباری کی۔ حکومتی کمیٹی کیساتھ ٹل کے علاقے بلند خیل میں ہماری سیاسی شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ حکومتی وفد میں فواد حسن فواد، حبیب اللہ خٹک، میجر عامر، رستم شاہ مہمند اور کرنل شاءاللہ شامل تھے۔ اس وقت بھی اس حکومتی کمیٹی نے ہمیں کہا کہ ہم تین دن میں غیر جنگی قیدیوں کی رہائی اور فری زون کو یقینی بنائیں گے اور دوطرفہ سیز فائر کے متعلق جواب دیں گے جو کہ مثبت ہوگا۔ پھر ہم دس دن تک انتظار کرتے رہے، پھر سیز فائر میں اپنی طرف سے ۱۰ دن کا اضافہ کیا۔ اس دوران حکومتی کمیٹی اور ہماری مذاکراتی کمیٹی کے درمیان میرانشاہ میں ملاقات کرنے پر اتفاق ہوا تھا اور ہم اسی انتظار میں تھے کہ حکومتی کمیٹی میرانشاہ آرہی ہے کہ آپریشن کا اعلان ہوگیا اور میرانشاہ میں کرفیو لگا کر آپریشن شروع کر دیا گیا۔ اصل میں فوج اور حکومت امن قائم نہیں کرنا چاہتیں کیونکہ اگر امن قائم ہوتا ہے تو امریکہ سے پاکستانی فوج کو امداد آنا بند ہوجاتی ہے۔ اس لئے فوجی یہی چاہتے تھے کہ آپریشن ہو اور خواجہ آصف کا بیان آن دی ریکارڈ ہے کہ مارچ میں مارچ ہوگا۔ اس مارچ کا کیا مطلب تھا؟ ہم نے آخر تک کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا کیونکہ مطالبے کا وقت نہیں آیا تھا۔ یہ جو میڈیا میں آتا تھا کہ سترہ مطالبات ہیں، یہ سراسر جھوٹ تھا۔ حکومت مذاکرات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی تو ہم مطالبات کیا

حکومتِ پاکستان مذاکرات کرنے میں مخلص نہیں تھی۔ پاکستان آپریشن کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتا تھا اور قوم کی آنکھوں میں مزاکرات کے ذریعے دھول جھونکنا چاہتا تھا۔ ہماری کمیٹی میں مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا یوسف شاہ صاحب اور جناب پروفیسر ابراہیم صاحب اس بات کے شاہد ہیں کہ کئی مرتبہ حکومتی کمیٹی کا عین مقررہ وقت پر ملاقات سے انکار کرنا کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے!

پیش کرتے !!

احیائے خلافت: تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام سے آپ کتنے مطمئن ہیں کہ یہ پاکستان میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ میں کتنی موثر ثابت ہوسکتی ہے؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام سے میں سو فیصد مطمئن ہوں کیونکہ اس جماعت میں سارے وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے نفاذ شریعت کیلئے جہاد پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ اس جماعت کے سرپرستوں میں مولانا قاسم خراسانی جو کہ ٹی ٹی پی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور جہاد پاکستان کے بانی، انتہائی تجربہ کار، سنجیدہ اور نظریاتی شخصیت امیر محترم عمر خالد خراسانی حفظہ اللہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ تحریک طالبان پاکستان کے چیف جسٹس محترم قاضی حماد صاحب، آپ کے اس مجلّہ احیائے خلافت کے نگران جناب مولانا صالح قسام صاحب، امیر محترم بیت اللہ محسود شہیدؒ کے بڑے بھائی جناب حاجی ظاہر شاہ، امیر محترم جناب حکیم اللہ محسود شہیدؒ کے والد محترم اور تمام بھائی شامل ہیں۔ باجوڑ کے سینئر اور پرانے ساتھی مولانا عبداللہ صاحب، اورکزئی کے مجاہدین کے سرپرست اور بانی جناب مولانا حیدر منصور صاحب، ملاکنڈ کے سینئر اور پرانے ساتھی جن میں سینکڑوں علماء کرام شامل ہیں، وہ اس جماعت کی بنیادوں میں شامل ہیں۔ جہاد پاکستان کا ایک درخشندہ ستارہ محترم جناب احسان اللہ احسان صاحب اس جماعت کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔

میں تو کہتا ہوں کہ جماعت الاحرار اسیروں، بیواؤں، شہداء کے وارثوں، مجاہدین عالم اور علماء کرام کی آہوں اور تمناؤں کا مظہر ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد اہلیان پاکستان اس جماعت کو کامیابی سے سرشار اور سرفراز ہوتا دیکھیں گے۔

احیائے خلافت: قاری صاحب آپ کے بارے میں پاکستانی میڈیا میں وقتاً فوقتاً یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ تحریک طالبان پاکستان میں آپ سخت متشدد نظریات کے حامل ہیں۔ کیا کہیں گے اس بارے میں آپ؟

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: ہم نے نظریہ قرآن وسنت، صحابہ کرام کے آثار واقوال اور اپنے اسلاف سے سیکھا ہے۔ شریعت مطہرہ کا جہاں تشدد اور سختی کا حکم ہے وہاں وہ مانتے ہیں اور جہاں نرمی کا حکم ہو وہاں نرمی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی یہ صفت بیان فرمایا ہے:

اشداء علی الکفار ورحماء بینهم

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مسلمانوں کے حق میں نرم ہو اور کافروں اور مرتدین کے حق میں سخت ہو۔

احیائے خلافت: پاکستانی عوام اور احیائے خلافت کے قارئین کو آپ کیا پیغام دینگے؟ ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں وقت دیا۔ جزاک اللہ خیرا

محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب: پاکستانی عوام کو میرا پیغام یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی نفاذ شریعت میں ہے۔ ہم ۶۷ سال سے غیر اللہ کے قانون کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اور اس کفری قانون کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ خدارا نفاذ شریعت اور خلافت علی المنہاج النبوہ کے قیام کیلئے تن، من، دھن کی قربانی دینے اور جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے تو یہاں اسلامی نظام ہونا چاہئے۔ احیائے خلافت کے قارئین کو میرا پیغام ہے کہ آپ بھی احیائے خلافت کے ساتھ اس مقدس مشن خلافت علی المنہاج النبوہ کے قیام کیلئے شامل ہو جائیں۔ آخر میں احیائے خلافت کی ساری ٹیم اور کارکنان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنا پیغام عوام تک پہنچانے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ ادارہ احیائے خلافت کے تمام کارکنوں کو اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆☆

سعودی عرب کے مفتی اعظم کا فتویٰ اور ایس ایم ایس کا جواب

سعودی عرب کے سرکاری مفتی اعظم نے چند دن پہلے جہادی تنظیموں القاعدہ اور دولۃ الاسلامیہ فی العراق والشام کے بارے میں کہا کہ یہ لوگ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ سرکاری مفتی نے آگے جا کر ایک حدیث نقل کی کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن تو پڑھتے ہوں گے لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ حدیث شریف نقل کر کے اسے مجاہدین پر تطبیق کیا ہے گویا کہ مجاہدین کو خوارج کہا ہے۔

حرمین شریفین کی موجودگی کی وجہ سے ہر مسلمان کیلئے سعودی عرب اور وہاں کے لوگوں کی محبت ایک دینی اور فطری تقاضہ ہے۔ اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وہاں کے جو علماء ہیں وہ عالم اسلام کے سب سے قابل علماء ہوں گے اور ان کی ہر بات بلا لیت ولعل ہمیں قبول کرنی چاہئے۔ اب چونکہ اس مفتی نے ایسی بات کہی کہ جو جہاد دشمن عناصر کیلئے ایک نیا ہتھیار تھا اس لئے اس فتوے کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ روزنامہ جنگ میں ایک کالم نگار اجمل خٹک کشر نے بھی اس پر ایک مضمون لکھ ڈالا اور کہا کہ اس مفتی اعظم کی علمی بصیرت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ حالانکہ اس کالم نگار کا تعلق ایک ایسی جماعت (عوامی نیشنل پارٹی) سے ہے جو دن رات علماء کو سرعام گالیاں دیتے نہیں تھکتے۔ علماء کی جتنی تحقیر یہ جماعت کرتی ہے شاید ہی کوئی اور جماعت کرتی ہو۔ لیکن چونکہ اب ایک نام نہاد عالم نے جہاد کے خلاف بات کی ہے تو اسے اس کی علمیت نظر آنے لگی۔

رہا مفتی اعظم کا فتویٰ تو جو شخص ماہانہ ہزاروں ریال اس حکومت سے لیتا ہے جو امریکہ کی سب سے بڑی اتحادی اور اس کی مالی معاون ہو، وہ امریکہ کیخلاف کہاں بول سکتا ہے؟ وہ سعودی حکمرانوں کی عیاشی اور ان کی فضول خرچیوں کے خلاف کہاں بول سکتا ہے؟ اس مفتی کو سعودی دارالحکومت ریاض میں موجود امریکی اڈہ کہاں نظر آتا ہے؟ اسے سعودی بادشاہ عبداللہ کی ہیلری کلنٹن کے ساتھ دوستی نظر نہیں آئیگی اور نہ ہیلری کلنٹن کو دیے گئیلاکھوں ریال تحفے تحائف نظر آئینگے۔ اللہ ایسے مفتیوں سے بچائے۔

اجمل خٹک کشر نے اپنے کالم میں ایک ایس ایم ایس کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے کالم نگار خاصا متاثر نظر آرہے ہیں، گو کہ اس میں ایسی کوئی وزنی بات نہیں ہے۔ ایس ایم ایس میں کہا گیا ہے کہ یہ جہادی تنظیمیں افغانستان، پاکستان، عراق، یمن، صومالیہ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے ہیں اور کسی کافر کے خلاف نہیں لڑتے۔ کالم نگار نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ چونکہ یہ لوگ ایک امریکی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اس لئے یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ بقیہ صفحہ نمبر: 44

آپریشن ضربِ عضب

معاذ فاروقی

کہتے ہیں کہ ایک بازار میں عجیب سے حلیے والا ایک لڑکا خالی بوری لیے الٹی سیدھی حرکتیں کرتا پھرتا رہتا تھا۔ وہ جہاں کسی دوکان پہ اناج رکھا دیکھتا وہاں سے اناج کے ایک دوٹوپے بھر کے اپنی بوری میں ڈالتا اور پھر بکتا جھکتا آگے چل پڑتا۔ لوگ عام طور پر اسے پاگل سمجھ کر کچھ نہیں کہتے تھے۔ دن بھر بازار میں پھرنے اور اناج سے بوری بھرنے کے بعد وہ قریب ہی ایک خدا ترس آدمی کے گھر پہنچ جاتا تھا، جن کے بقول انہوں نے اسے اللہ واسطے پناہ دے رکھی تھی۔ اگلے دن صبح ہوتی تو وہ پھر خالی بوری لیے بازار میں گھومنا شروع کر دیتا۔ ایک دن ایک دکان پہ اس نے اپنی معمول کی حرکت دہرائی تو دکان دار نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ اسے پٹتا دیکھ کے اسے پناہ دینے والے بزرگ بھاگم بھاگ دکان پر پہنچے اور اسے چھڑاتے ہوئے دکاندار سے کہنے لگے کے اس بچارے کو مت مارو یہ پاگل ہے۔ دکاندار نے کہا کہ میں اسے کئی دن سے بازار میں دیکھ رہا ہوں اور یہ ہر روز یہی حرکت کرتا گھومتا رہتا ہے۔ اگر واقعی یہ پاگل ہے تو کسی دن اپنی بوری میں سے اناج نکال کے میری بوری میں کیوں نہیں ڈالتا؟ ان بزرگ نے جو اس لڑکے کی جان بچانے آئے تھے فرمایا کہ یہ پاگل ضرور ہے بیوقوف نہیں کہ اپنی بوری سے اناج نکال کے دوسروں کی بوری میں ڈالتا پھرے۔

کچھ اس ہی پاگل پن کا شکار اس وقت امریکہ بھی ہے، جس کو پناہ دینے والا پاکستان اپنے پاگل آقا کو پٹتا دیکھ کر میدان میں کود پڑا پاکستانی فوج نے اپنے آقا کو تحفظ دینے کے لیے ایک مرتبہ پھر شمالی وزیرستان میں "ضرب عضب" کے نام سے ایک بڑا فوجی آپریشن کا شروع کر رکھا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق 2001ء میں امریکہ کی اعلان کردہ جنگ کے بعد کے 13 سالوں میں یہ 26 واں بڑا فوجی آپریشن ہے جو پاکستانی فوج اپنے ملک کے قبائلی علاقوں میں شروع کر چکی ہے، جبکہ سینکڑوں کی تعداد میں کی جانے والی چھوٹی عسکری کاروائیاں اس کے علاوہ ہیں۔ اگر صرف وزیرستان کی بات کی جائے تو یہاں اس سے پہلے "المیزان، زلزلہ، راہ راست، راہ نجات "کے ناموں سے بڑے آپریشن ماضی میں کیے جا چکے ہیں۔

ان تمام فوجی آپریشنز کے مقاصد میں نام نہاد دہشت گردی کا خاتمہ اور حکومتی رٹ کی بحالی شامل تھی۔ ہر آپریشن کے آغاز میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے پوری قوم میں جنگی ہجان برپا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ عسکری ذرائع سے بھی مجاہدین کی کمر توڑ دینے اور اُن کے نیٹ ورک کو ملیا میٹ کرنے کے اعلانات سامنے آتے رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ "کامیابیوں کی نوید مسرت" کا بہاؤ کم ہوتا جاتا اور پھر اچانک کسی سہانی شام میں بغیر کسی اعلان کے یہ آپریشن انتہائی خاموشی سے ختم ہوجاتا۔ پاکستان کی عوام کو ہمیشہ سابقہ آپریشن کے خاتمے کا سراغ نئے آپریشن کے آغاز کے اعلان سے ملتا رہا ہے۔ تاہم ہر نئے آپریشن کا آغاز ہی اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اس سے پہلے کیے جانے والے تمام آپریشنز اپنے اہداف کے حصول میں ناکام رہے تھے۔

موجودہ آپریشن "ضرب عضب" بھی ماضی کے آپریشنز سے بڑی حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ وہی دعوے اور اعلانات، ویسا ہی جنگی ہیجان پیدا کرنے کی کوشش۔ باخبر حلقے کہتے ہیں کہ اس آپریشن کے پس منظر میں بھی ماضی کی طرح امریکہ کی جانب سے "ڈومور" (Do More) کا مطالبہ اور فوجی اور اقتصادی امداد کو اس فوجی کاروائی سے مشروط کرنے کی دھمکی شامل ہے۔ لیکن یہ آپریشن ماضی میں کیے جانے والے تمام آپریشنز سے ایک لحاظ سے مختلف بھی ہے اور نتائج کے اعتبار سے بہت زیادہ بھیانک بھی ثابت ہوگا۔

حکومت پاکستان کا مفاد اس آپریشن میں اس صرف اور صرف ذاتی مالی مفادات کا تحفظ ہی ہے، اعداد و شمار کے مطابق اس وقت تک فوجی و اقتصادی امداد جو کہ 2011ء تک کے عداد و شمار کے مطابق صرف کولیشن سپورٹ نامی فنڈ (CoalitionSupportFund) کی مد میں 17.82 بلین ڈالر جبکہ یو ایس آڈ (USAID) نامی فنڈ کے مد میں Oct '09 سے Dec '13 تک 4,135 ملین ڈالر وصول کر چکا ہے، مقتدر طبقہ اور فوجی جرنیل ان آپشن کی نتیجے میں آنے والی امداد سے محروم ہونا نہیں چاہتے جبھی تو آگ و خون کے دریا میں پاکستانیوں کو جھونکنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

اس آپریشن کی خاص بات ایک تو اس کی ٹائمنگ ہے، یہ آپریشن عین اُس وقت شروع کیا گیا ہے جب امریکہ اس خطے سے ایک بدترین اور ذلت آمیز شکست کے بعد کسی بھی قیمت پر محفوظ انخلاء کی کوشش میں مصروف ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ موجودہ آپریشن "تحریک طالبان پاکستان" کے علاوہ افغان طالبان کے بازوئے شمشیر زن کچھ مجاہدین مجموعات اور اُن کے پاکستانی اتحادی "حافظ گل بہادر گروپ" کے خلاف بھی کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ اُن مجاہدین کے مجموعات کو پاکستان کی سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ اپنا "تزویراتی اثاثہ" (AssetStrategic) قرار دیتی آئی ہے۔ ماضی میں اُن کے حوالے سے امریکی دباؤ کو ہمیشہ نظر انداز کرتی رہی ہے۔ اور یہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم نقطہ بھی رہا ہے کہ چند مخصوص مجاہدین کے مجموعات کو مستقبل کے لئے محفوظ رکھا جائے، تاکہ جب طالبان اقتدار میں آئیں تو وہاں پاکستان کے مفادات کا تحفظ ہو سکے۔

ایک ایسے وقت میں جب امریکہ کا افغانستان سے نکل جانا نوشتہ دیوار بن چکا ہے۔ اب وہ افغانستان پر حملے کے وقت اعلان کردہ کوئی بھی ہدف کا ذکر کرنے کے بجائے محفوظ انخلاء کی بات کر رہا ہے، افغانستان میں طالبان کی کابل میں فاتحانہ واپسی کے امکانات اور طاقت و اقتدار میں ہر گزرنے والا دن اضافہ کر رہا ہے،

امریکہ کی حمایت اور طاقت کے سہارے قائم ہونے والی "کابل حکومت" کے اقتدار کی عمارت زمین بوس ہونے کو ہے، القاعدہ پہلے کی نسبت زیادہ طاقتور ہوچکی ہے ،اب وہ افغانستان کے پہاڑوں میں روپوش نہیں ہے، بلکہ یمن، عراق، شام، لیبیا، مصر، مالی اور صومالیہ جیسے ممالک میں مغربی طاقتوں اور انکے مقامی حلیفوں سے براہ راست حالتِ جنگ میں ہے، خود مغربی ممالک میں مسلمان نوجوانوں کی بڑی تعداد القاعدہ کی دعوت سے متاثر ہوکر جہادی میدانوں میں اتر رہی ہے۔ پاکستانی حکومت اور سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے "حقانی نیٹ ورک" اور انکے پاکستانی اتحادیوں (جنہیں وہ اپنا انصار اور محسن قرار دیتے ہیں) کے خلاف ایک بڑے آپریشن کا آغاز کر دینا سمجھ سے بالاتر عمل ہے۔

حالات پر نظر رکھنے والے حلقے جانتے ہیں کہ امریکہ کی کوشش میں تھا کہ وہ افغانستان سے نکلنے سے قبل یہاں "پراکسی وار" (Proxy War) کا بدوبست کرسکے۔ ایک ایسی جنگ جس کے ذریعے وہ طالبان اور دیگر اسلامی قوتوں کو مصروف رکھ سکے لیکن اُس کا اپنا جانی نقصان نہ ہو۔ امریکہ جانتا ہے کہ افغانستان میں اُس کی اپنی تیار کی ہوئی "افغان ملّی اردو" (Aghan National Army) اس قابل نہیں ہے کہ امریکی فوج کے انخلاء کے بعد چند مہینوں تک بھی طالبان کا مقابلہ کرسکے۔ اس لئے اسے ایک زیادہ بہتر فوجی قوت کی ضرورت تھی جو اُس کی جاری کردہ سراسر خسارے کی جنگ کو اپنے گلے کا طوق بنانے پر تیار ہوجائے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں موجود مضبوط امریکی لابی میڈیا، اقتدار کے ایوانوں اور سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ میں موجود اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر پاکستان کو اس نہ ختم ہونے والی جنگ کا ایندھن بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ جس کا انجام نہایت ہی تباہ کُن ہو گا۔فل وقت امریکی ڈرونز اور امریکی امداد اس آپریشن کو کامیاب بنانے میں مصروف تو ہیں لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا کیونکہ امریکہ کا جنگی جنون اس کو اقتصادی بحران کا شکار کر چکا ہے۔

یہ بات بخوبی سب ہی جانتے ہیں کہ اس آپریشن سے سب زیادہ نقصان شمالی وزستان کی عام آبادی کو پہنچا ہے، حکومت اور سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ نے اپنی فوجی قوت عام عوام پر آزمائی، ان کے املاک اور افراد کو چُن چُن کر نشانہ بنایا گیا۔ باقی ماندہ افراد جو کہ ٹھنڈے علاقوں کے عادی، عزت غیرت والے خانوادے فقیر بنا کر بنوں کی بھون ڈالنے والی گرمی میں بغیر سہولتوں کے لا پھینکے گئے۔ یہ غیور قبائلی وہی ہیں، جنہوں نے روس کے خلاف جہاد کی میزبانی کی امریکہ کے خلاف جہاد کی میزبانی پر دھر لیے گئے۔ سادہ قبائلی ایمان یہ کیسے سمجھے کہ اس کا جرم کیا ہے؟ ایک کافر ملک (روس) حملہ کرے تو جہاد فرض ہوجائے حکومت پاکستان پوری اجازت اور شاباش دے۔ مگر جب 49 کافر ممالک ان کے انہی بھائیوں پر حملہ کردیں تو جہاد دہشت گردی بن جائے؟ مدد جرم میں کیونکہ سمائے! سو آج حیا پردے والی بیبیاں چادریں لپیٹے لُو کے تھپیڑے کھاتی مشترکہ غسل خانوں، بھیک کے راشن کی منتظر جھلس رہی ہیں۔ پابند صوم وصلوٰ قوم کو عین رمضان میں یوں لاکر پھینک دینا کہاں کی دانش مندی تھی۔ بنوں میں اب تک نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد تقریباً گیارہ لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور تقریبا ایک لاکھ کے قریب افراد افغانستان منتقل ہوچکے ہیں۔

حکومتِ پاکستان کے دعوی کی قطعی تحریک طالبان جماعتِ احرار کے ترجمان جناب احسان اللہ احسان صاحب کے ایک بیان سے کھُل کر سامنے آجاتی ہے جس میں انہوں نے صرف بیس مجاہدین کی شہادت کا اقرار کیا، جبکہ حکومتی دعوی اب تک گیارہ سو سے اوپر پہنچ چکا ہے، اس ہی طرح اگر زمینی اہداف کی کامیابی کو دیکھا جائے تو حکومت پاکستان کے مطابق نوے فیصد علاقے کا کنڑول میں صرف دو ہفتوں کے دوران ہی لے لیا گیا تھا، جبکہ باخبر حلقوں کے مطابق حکومتِ پاکستان صرف اُن شہری علاقوں کا کنڑول حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہے جن کو مجاہدین جنگی حکمتِ عملی کے تحت خالی کرچکے تھے۔ گوریلا جنگ کا اصل میدان تو جنگلات اور پہاڑی علاقے قرار دیے جاتے ہیں۔ اس وقت ایسے ہی علاقے جن میں سرفہرست دتہ خیل، بویا، بیگان، دوسری طرف افغان سرحدی علاقے جس میں کنڈ غر، شوال اور لواڑا کے علاقے شامل ہیں میدان کارزار بنے ہوئے ہیں تمام تر حربی ساز وسامان کی موجودگی کے باوجود افواج پاکستان کو شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

تاریخ کے جھروکوں پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ ایسی اقوام جو چند افراد کے وقتی اور بودے مفاد کی خاطر اغیار کے مفادات کے تحفظ کی خاطر اپنی خوداری، غیرت اور آزادی کو بالائے طاق رکھتی ہے، دشمن سے مفاہمت اور سودا بازی کرتی نظر آئی ہیں، تو تاریخ نے ان کی غداری کو کبھی معاف نہیں کیا۔ بغداد کے اہلِ مقتدر طبقے نے چنگیز خان کے مفادات کا تحفظ کیا تو کچھ ہی عرصے بعد ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی وبربادی کے دردناک مناظر بھی چشمِ فلک نے دیکھے اور یہ بات بھی دنیا پر عیاں ہے کہ مجاہدین نے ہمیشہ ہی اپنے دشمنوں کو شکست سے دوچار کیا ہے۔ ماضی اور حال کی صورتحال دیکھتے ہوئے ہم پاکستان کے اہلِ مقتدر طبقے اور سکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ موجودہ چنگیز خان (امریکہ) کے مفادات کا تحفظ ترک کردیں ورگرنہ تاریخ لازسامنے ہے اس میں کبھی ایسی غلطیوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔

☆☆☆☆☆☆

ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة

مسلم برصغیر کی روح کمال اقبالؒ نے کہا تھا طوفان کا سامنا صرف طوفان کرسکتا ہے۔ عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام اس عشق نے جس دن وحدت فکر وعمل کی صورت اختیار کی وہ ''خلافت'' کے احیاء کا دن ہوگا۔ خلافت جسے لارڈ کرزن مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی اور روحانی طاقت سے تعبیر کرتا ہے۔ خلافت کے خاتمے کے بعد پارلیمنٹ میں ترکی کے حوالے سے اپنی حکمت عملی کا دفاع کرتے ہوئے اس نے کہا تھا ''اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ترکی کو تباہ کردیا گیا ہے اب وہ کبھی اپنی عظمت رفتہ کو بحال نہیں کرسکتا کیونکہ ہم نے اس کی ''روحانی طاقت خلافت اور اسلام کو تباہ کردیا ہے'' خلافت کے خاتمے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ ادارہ اور قوت موجود نہیں رہی جس نے مسلمانوں کو متحد کر رکھا تھا خلافت ختم ہوئی تو مغرب نے بآسانی ایک عظیم ریاست کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کردیا اور کوشش کی کہ جنگ وجدل اور انتشار سے تباہ حال رہیں۔ اس کے باوجود مغرب اور امریکہ خلافت سے خائف ہیں اور انہیں کسی بھی مسلمان جماعت گروہ یا فرد کی کسی بھی عسکری اور فکری جدو جہد میں خلافت کا احیاء نظر آتا ہے۔ سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے لندن دھماکوں کے بعد پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا ''یہ لوگ صرف یہ نہیں چاہتے کہ ہم عراق سے نکل جائیں، یہ چاہتے ہیں کہ اسرائیل ختم ہوجائے۔ یہ پورے مسلم ممالک کی ایک سلطنت چاہتے ہیں یہ لوگ خلافت چاہتے ہیں۔ سابق امریکی نائب صدر ڈک چینی نے ۲۰۰۷ء میں کہا تھا ''ان کا اصل ہدف ایسی خلافت کا قیام ہے جو اسپین، شمالی افریقہ، مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیاء اور انڈونیشیا تک پھیلی ہوگی اور وہ خلافت یہاں پر پہنچ کر رک نہیں جائے گی۔۔۔

مولانا سالم قریشی حفظہ اللہ

میدانِ جنگ

اسلامی خلافت کے متلاشی

عمر خالد خراسانی صاحب حفظہ اللہ

یہودیوں اور سارے عالم کفر نے مسلمانوں کی جمعیت اور اتحاد و اتفاق ہی کی وجہ سے صدیوں سے شکستیں کھائیں ہیں اور وہ صدیوں سے اسی کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے اور اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو خلفائے عباسیہ کے بعد جتنے ہی مسلمان ریاستوں اور قومیتوں میں تقسیم ہوئے ہیں بتدریج اتنے ہی کمزور اور سمٹ گئے ہیں یہاں تک کہ ۱۹۲۳ء میں بدبخت زمانہ کمال اتاترک کے ہاتھوں عثمانی خلافت کا خاتمہ ہوا تو دنیا بھر کے کفار مطمئن ہوئے کہ اب تو مسلمانوں کے مجتمع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عثمانی خلافت کے سقوط کے بعد ہندستان میں تحریک خلافت جیسے مختلف ناموں اور طریقوں سے آواز اُٹھائی گئی مگر افسوس کہ ہندستان کے مسلمانوں پر جناح کے شکل میں ایک اور مصطفیٰ کمال کو مسلط کیا گیا۔ جناح نے بھی مصطفیٰ کمال کی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک تاریخی دھوکہ دیا اور اتاترک کی طرح قائدِ اعظم کہلوایا۔

عثمانی خلافت کے سقوط کے بعد ہندستان میں تحریک خلافت جیسے مختلف ناموں اور طریقوں سے آواز اُٹھائی گئی مگر افسوس کہ ہندستان کے مسلمانوں پر جناح کے شکل میں ایک اور مصطفیٰ کمال کو مسلط کیا گیا

جب اسی کی دہائی میں دنیا بھر کے مجاہدین سرزمین خراسان میں اکٹھے ہونے لگے تو خلافت اور اجتماعیت کی امید پیدا ہونے لگی مگر پاکستان، ایران اور مختلف مسلمان لیڈر کہلانے والوں نے مجاہدین کو آپس میں اسطرح لڑایا کہ عام مسلمان بھی مجاہدین سے متنفر ہونے لگے افسوس یہ ہے کہ سعودی عرب اور پاکستانی حکمران اور انٹیلی جنس اداروں کو افغان جہاد کا ہیرو بھی جانا جاتا ہے۔

جب ہر طرف مایوسی چھانے لگی اور اپنے آپ کو امت مسلمہ کا رہبر کہلانے والے بھی خلافت اور شریعت کے تصور سے منکر ہوئے تو قندہار سے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ ایک چھوٹے سے ٹولے کیساتھ اُٹھے اور آن کی آن میں ۹۵ فیصد افغانستان پر قابض ہو کر اسلامی امارت کا اعلان کیا۔ مگر کفر اور اسکے نام نہاد مسلمان اتحادیوں کو یہ کہاں برداشت ہو رہی تھی کیونکہ دنیا کے ہر کونے سے احیائے اسلام کے آواز اُٹھنے والی تھی مسلمان امت میں جہاد اور شہادت کا شوق پھر سے تازہ ہو رہا تھا تب سے کفار نے بھی اپنی تمام سرگرمیوں اور کوششوں کا مدار خاتمہ جہاد اور اسلام قرار دیا۔ اگر دنیا میں سب سے زیادہ پیسہ جس منصوبے پر خرچ ہو رہا تھا یا ہو رہا ہے تو وہ یقیناً اسلام دشمنی ہی ہے جو افغانستان اور چیچنیا سے لیکر پاکستان، عراق، یمن سے ہوتا ہوا افریقی صحراؤں تک جا پہنچتا ہے۔ امارت اسلامی کو کمزور اور ختم کرنے کیلئے کفار نے اپنے معاونین اور حمایتی مسلمان ممالک میں بھی جمع کر دیے اور انہیں بھی اس منحوس تحریک کا حصہ بن کر اپنے ایمان وعقیدے سے ہاتھ دھونا پڑا۔

اس میں تیزی اس وقت آئی جب مجدد جہاد شیخ اُسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے امریکی غرور کو خاک میں ملاتے ہوئے امریکی سرزمین پر اسکی تمام مدافعت کو ناکام کرتے ہوئے ان کے عظیم تجارتی مراکز کو زمین بوس کر دیا۔ امریکہ نے ۲۰۰۱ء میں افغانستان اور عالم اسلام پر جارحیت کا آغاز کر کے امت مسلمہ کو ایک عظیم سانحہ دیا اور اس کے دو سال بعد ۲۰۰۳ء میں ایک اور اسلامی ملک عراق پر حملہ کر دیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک اسلام دشمنی ہر روز فزوں تر ہے۔ لیکن دونوں محاذوں پر اسے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جسے امریکی ایک تر نوالہ سمجھے تھے وہ اب ان کے لئے حلق میں اٹکا ہوا ایک کانٹا بن چکا تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی امریکی طیارہ مردار امریکی فوجیوں کی لاشیں لیکر امریکہ کے لئے روانہ ہوتا۔ اگر ایک طرف افغانستان میں ملا محمد عمر اخوند مجاہد حفظہ اللہ کی قیادت میں اسے ضربیں پڑ رہی تھیں تو دوسری طرف اسے عراق میں عظیم مجاہد شیخ ابو مصعب الزرقاویؒ کے ہاتھوں مسلسل ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اگر ایک طرف افغانستان کے صرف نورستان صوبے میں اسے اپنے بارہ سو فوجیوں سے ہاتھ دھونا پڑا تو عراق کے شہر فلوجہ میں بھی ان کے مرے ہوئے فوجیوں کی گنتی مشکل تھی۔ سپر پاور کی حالت بالکل بگڑ رہی تھی تو اپنے فوجیوں کو مزید رسوائی سے بچانے کے لئے اس نے عراق سے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اور دنیا کے سامنے اعلان کیا کہ ہم نے عراق سے دہشت گردوں کا صفایا کر کے انہیں ختم کر دیا ہے۔ دنیا والوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم نے ایک نیا عراق بنایا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی کیونکہ یہ ایک ہزیمت اور شکست والی پسپائی تھی جسے فتح کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ منصوبے کے تحت عراق کے سنیوں پر شیعہ کو مسلط کر کے ان کو ہمیشہ کے لئے شیعوں کا غلام بنانا تھا کیونکہ امریکی اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ شیعہ کبھی بھی ان کی مخالفت پر نہیں اُتریں گے۔ لہٰذا اس غرض کے لئے ایک شیعہ وزیر اعظم نوری المالکی کو ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بنایا گیا جس نے عراق کے مسلمانوں کیساتھ اپنی دشمنی کا خوب فائدہ اُٹھایا اور وہاں کے مسلمانوں پر زندگی تنگ کر دی۔ لیکن اس تمام صورتحال کا فائدہ

سپر پاور کی حالت بالکل بگڑ رہی تھی تو اپنے فوجیوں کو مزید رسوائی سے بچانے کے لئے اس نے عراق سے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اور دنیا کے سامنے اعلان کیا کہ ہم نے عراق سے دہشت گردوں کا صفایا کر کے انہیں ختم کر دیا ہے

مجاہدین کو ہوا اور انہوں نے رفتہ رفتہ سنی آبادی کی حمایت حاصل کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولۃ الاسلامیہ کی طاقت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور مجاہدین کی کئی شہروں میں عملاً عملداری قائم ہوگئی۔ بعض جگھوں پر شیعہ حکومت کے کارندوں کو مجبوراً زندہ رہنے کے لئے مجاہدین کو معاوضہ دینا پڑتا۔ گویا کہ بظاہر تو ان شہروں پر حکومت کا کنٹرول تھا لیکن وہاں پر اصل عملداری مجاہدین کی ہی تھی۔

یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک یوں چلتا رہا اور آخر کار مجاہدین نے باقاعدہ طور پر علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور انہیں کئی شہروں پر بغیر کسی سخت مزاحمت کے کامیابی ملی۔ رفتہ رفتہ وہ عراق کے کئی بڑے شہروں پر قابض ہوگئے۔ امارت اسلامی افغانستان کی فتوحات کے بعد یہ پہلی مرتبہ سننے میں آرہا تھا کہ مجاہدین کو اتنی اہم کامیابیاں مل رہی تھیں۔ ان مسلسل کامیابیوں نے کفری دنیا کے اماموں کو بے چین کر دیا۔ اور سب آپس میں مل کر سوچنے لگے کہ کس طرح اس گروہ کی پیش قدمی کو روک سکیں۔ اگرچہ شیعہ ایران روزِ اول سے ان کے خلاف اپنی افواج اور تیل بھیج رہا تھا لیکن ابھی تک وہ اس بات میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے کہ وہ مجاہدین کی پیش قدمی کو روک سکیں لہٰذا اب کفر کے تمام بڑے بڑے امام جمع ہوگئے کہ اس خطرے کو مزید بڑھنے سے روکا جائے۔

اس غرض کے لئے امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے کشکول گدائی لیکر پوری دنیا میں اپنے سابقہ حلفاء سے رابطے کئے۔ منت سماجت اور آہ وزاری کے بعد چند ممالک ایسے تھے جو اس منحوس عمل میں تعاون پر تیار ہوئے۔ لیکن چونکہ تیرہ سالہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ہولناک نتائج ان کے سامنے تھے، لہٰذا ہر کوئی پھونک پھونک کر انتہائی احتیاط سے قدم لے رہا تھا۔ اول تو کوئی راضی نہیں ہو رہا تھا پھر جو راضی ہوئے وہ بھی صرف فضائی بمباری اور مالی تعاون کی حد تک۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں اس پر کافی بحث و تمحیص ہوئی۔ آخر میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ صرف فضائی کاروائی کی جائے اور زمین پر کوئی فوجی نہیں اُترے گا کیونکہ انہیں اس سے پہلے کے دن خوب یاد تھے۔ البتہ اس لڑائی میں جو سب سے افسوسناک صورتحال ہے وہ عرب ممالک کا شرمناک کردار ہے۔ کفار تو اپنی جانیں بچا کر جنگ میں اُترنے سے کترا رہے ہیں لیکن افسوس کہ نام نہاد عرب ممالک نے اپنے فوجی عراق اور شام بھیجنے کی حامی بھرلی ہے۔ عرب ممالک کے حکمرانوں کی یہ بدترین حماقت انہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ جب امریکہ اور برطانیہ کے وہ فوجی جنہیں دنیا کی بہترین تربیت دی گئی اور وہ بہترین آلات حرب سے لیس تھے، اگر مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو کیا سعودی عرب کے وہ فوجی جو اپنے مورچے میں بھی ایئر کنڈیشن کے بغیر نہیں بیٹھ سکتے، کہاں ان شیر دل مجاہدین کی مقابلہ کر سکیں گے جو موت کے پیچھے بھاگے جا رہے ہیں۔ اب تو انہیں مسلسل تیرہ سال کا جہادی تجربہ بھی حاصل ہے، لہٰذا اب اللہ کے فضل سے وہ اتنے قوی ہو چکے ہیں کہ عرب کے یہ عظیم البطن فوجی ان کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتے۔

عرب ممالک کے حکمرانوں نے تو اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے کفار سے دوستی کبھی خفیہ اور کبھی علانیہ روزِ اول سے قائم کر رکھی ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی اسلامی کتابوں کے سامنے گزاری وہ بھی چشم پوشی کرتے ہوئے امریکی حمایت میں بول پڑے۔ مسجد نبوی ﷺ کی منبر سے کفار کے ساتھ تعاون اور مجاہدین کی مخالفت میں بیانات جاری ہوئے۔ اگر کچھ بھی پتہ نہیں تو یہ تو دیکھ لیتے کہ ان کی حمایت ان لوگوں کے حق میں جا رہی ہے جو اسلام کے ازلی دشمن ہیں اور روزِ اول سے مسلمانوں کیخلاف ان کی سازشیں جاری ہیں۔ یہ وہی امریکی ہیں جنہوں نے ۲۲ مرتبہ اسرائیل کے خلاف منظور ہونے والی قرارداد کو ویٹو کیا۔ کیا حرمِ مکہ میں بیٹھے ہوئے مفتیانِ بے حس کو یہ نظر نہیں آرہا کہ اسرائیل کا وجود انہی کفار کا مرہونِ منت ہے۔

> عرب ممالک کے حکمرانوں نے تو اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے کفار سے دوستی کبھی خفیہ اور کبھی علانیہ روزِ اول سے قائم کر رکھی ہے۔

ایک عرب خبر رساں ادارے العربیہ نے ۱۰ اکتوبر کو رپورٹ میں لکھا کہ دولۃ الاسلامیہ کے خلاف ہونے والے حملوں میں ۱۰ فیصد فضائی حملے عرب ممالک کی طرف سے ہوئے ہیں۔ لیکن الحمدللہ ان سطور کی تحریر تک مجاہدین مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں اور عراق میں مسلسل ان کی فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ حال ہی میں ایک شہر کوبانی پر قبضہ کیا حالانکہ ان پر سخت بمباری جاری تھی۔ اور مجاہدین ترکی کے بارڈر سے صرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ یہ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت ہے۔ اس تمام صورتحال نے امریکی اور مغربی اقوام کو سخت تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اب وہ مختلف ممالک سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ کسی طرح اپنی افواج کو عراق اور شام میں اُتار دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب بٹھایا ہے کہ کوئی بھی یہ خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہو رہا۔ ترکی کے صدر نے بھی اپنی اسلام دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت میں پریس کانفرنس کی لیکن گھنٹی باندھنے میں وہ بھی احتیاط کر رہا ہے۔ اب یہ ایک نہ حل ہونے والا مسئلہ ہے جس کا حل کسی کے پاس بھی نظر نہیں آرہا ہے، الحمدللہ۔

بعض اطلاعات سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس منحوس کام کے لئے پاکستانی حکومت شاید اپنی افواج بھیج دیں۔ کیونکہ پاکستانی وزارتِ خارجہ کی ترجمان اس بات کی تصدیق کر چکی ہے کہ ہم اس جنگ میں امریکہ کیساتھ ہیں۔ اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آئی ایس آئی کے سابق ڈی جی حمید گل کو سعودی عرب کے ایماء پر یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ ریٹائرڈ فوجیوں کو پیسوں کا لالچ دیکر شام بھیج دے تاکہ وہاں پر موجود مجاہدین کے اثر و نفوذ کو کم کر سکے۔ اگر بشار الاسد کی حکومت بالفرض اُلٹ جاتی ہے تو

آئندہ حکومت ایسے لوگوں کی ہونی چاہئے جو سعودی اشاروں پر چلتے ہوں۔ اگر ان خبروں میں صداقت ہے تو وہ لوگ جنہیں سبز باغ دکھائے جا رہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جنگ صرف بشار الاسد کیخلاف نہیں ہوگی بلکہ آپ کو ان مخلص مجاہدین سے بھی لڑایا جائیگا جو اللہ کی رضا کی خاطر نکلے ہوئے ہیں۔

اگر ہم ایک اور پہلو پر غور کریں تو وہ انتہائی حیران کن ہے۔ ایران امریکہ /عرب اور ایران دشمنی پوری دنیا میں مشہور ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس جنگ میں یہ تینوں روایتی حریف بھی ایک نظر آرہے ہیں۔ وہ ایران جو پوری دنیا کو بے وقوف بنانے کی کوشش کررہا ہے تا کہ مسلمانوں کی حمایت حاصل کر سکے لیکن در پردہ وہ امریکی مفادات کے لئے سب کچھ کررہا ہے۔ افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے تک ان کی سازشیں جاری تھیں۔ شمال میں بیٹھے محقق اور خلیلی نامی ایجنٹوں کو اسلحہ، گولہ بارود، افراد اور مالی معاونت ایران سے ہی فراہم ہوتی تھی۔ محترم قاری شکیل احمد حقانی صاحب حفظہ اللہ نے افغان جہاد کا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ کابل سے شمال کی جانب ایک محاذ پر جب ہم پہاڑ سے اُترے تو دریا کے کنارے ایک دشمن کو پکڑ لیا۔ جب معلوم کیا تو وہ ایک ایرانی شیعہ تھا جو مجاہدین کے خلاف لڑنے کے لئے آیا تھا۔ اس کے علاوہ افغان ایران بارڈر پر بھی طالبان حکومت کے لئے مشکلات پیدا کرتے رہے۔

عراق پر امریکی حملے کے وقت بظاہر دنیا کو یہ دکھایا جا رہا تھا کہ ایران کے حامی شیعہ مقتدیٰ الصدر کی قیادت میں امریکہ کیخلاف لڑرہے ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ شیعہ اثر اور اقتدار کے لئے کوششیں تھیں۔ برطانوی خبر رساں ادارے بی بی سی نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا کہ ایک ایرانی جرنیل قاسم سلیمانی عراق میں شیعہ ملیشیا کو سنی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تربیت دے رہا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ایک امریکی جرنیل جو پہلے عراق میں تعینات تھا اور پھر افغانستان میں اس کی منتقلی ہوئی تو اس نے کہا کہ میں نے افغانستان میں ایرانی خفیہ اداروں کے اثرات محسوس کئے۔

ان تمام باتوں سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ ایران خطے میں امریکی مفادات کے لئے کام کرنے والا سب سے بڑا عامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایران پر مغربی ممالک کی طرف سے مسلط کردہ پابندیوں میں کافی حد تک نرمی بھرتی گئی ہے۔ ان حالات مجاہدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حقائق کا ادراک رکھتے ہوئے اسلام دشمنی کی جڑ کی طرف توجہ دیں۔ وہ ظاہر ہے کہ پاکستان کے بعد ایران ہی ہے۔ پاکستان اگر پوری دنیا میں اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں سرِ فہرست ہے تو دوسری طرف ایران ہے جو ان تمام ممالک میں مجاہدین کے لئے رکاوٹیں پیدا کررہا ہے جہاں مجاہدین کی سرگرمیاں شروع ہیں۔ ایران کو کمزور کرنے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ تمام مجاہدین اپنے اپنے علاقوں میں شیعوں کے خلاف کاروائی شروع کریں تا کہ ایران کے لئے مختلف محاذ کھل جائیں اور اس کی توجہ ایک جگہ پر مرکوز نہ ہوسکے۔ جب ہر جگہ سے شیعوں پر ضربیں شروع ہو جائیں گی تو ایران حسبِ سابق انہیں پناہ دینے اور ان کی اعانت کے لئے آگے بڑھے گا۔ اس سے ایران کے لئے مشکلات پیدا ہوں گی اور وہ شام اور عراق میں پہلے کی طرح تعاون جاری نہیں رکھ سکے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایران کے اندر سرگرم عمل جہادی جماعتوں کے ساتھ تعاون کیا جائے تا کہ اندر سے ایران کو کمزور کیا جا سکے۔

شام کی سرحد پر موجود ترکی بھی اس جنگ کے شعلوں کو دور سے دیکھ رہا ہے۔ اگر چہ وہ اسلامی دنیا میں اپنے آپ کو ایک معتدل اسلام پسند متعارف کرانے کی کوشش کررہا ہے لیکن اس کے باوجود دولۃ الاسلامیہ کی مخالفت میں وہ پیش پیش ہے۔ البتہ ابھی اپنے افواج کو جنگ میں اُتارنے سے وہ بھی کترا رہا ہے کیونکہ انہیں بھی جنگ کی ہولناکیوں اور پھر مجاہدین کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کی تباہ کاریوں کا گزشتہ تیرہ سال سے مشاہدہ ہے۔

ایسے حالات میں جب پوری دنیا عراقی اور شامی مجاہدین کے خلاف اکھٹی ہوگئی ہے تمام مسلمانوں کو حسبِ استطاعت ان سے تعاون اور مدد کرنا چاہئے۔ لیکن ان محاذوں پر موجود مجاہدین کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر آپس میں اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کریں اور ایک دوسرے پر الزامات اور اعتراضات کرنے کی بجائے غلطیوں پر چشم پوشی کی کوشش کی جائے۔ ہم ایک بار پھر جماعۃ جبھۃ النصرۃ اور دولۃ الاسلامیہ سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ آپس میں اختلافات ختم کریں تا کہ کفار کے خلاف ایک مٹھی بن کران کا مقابلہ کیا جائے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جس طرح ۱۹۲۳ء کو خلافت کا خاتمہ ہوا تھا تو یہ بات مسلم ہے کہ ہر سو سال کے بعد احیائے اسلام کیلئے مرد پیدا ہوا کرتے ہیں ہم اسی امید کیساتھ جیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر قوی بھروسہ رکھتے ہیں کہ ۲۰۲۳ء سے پہلے پہلے ایک مضبوط اسلامی خلافت قائم ہوئی ہوگی جو دنیا کی امامت کررہی ہوگی۔ مگر ہماری فتح ہمارے اتحاد کے اندر پوشیدہ ہے میں سارے مجاہدین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی مظلومیت کی خاطر اپنے اختلافات بھلائے اپنے بھائیوں کو برداشت کریں یہ ایک عظیم جہاد ہے جو نفس کے خلاف جہاد بھی ہے۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ مجاہدین کی نصرت فرمائیں اور اسلام کیخلاف حملہ آور دشمن ذلت و رسوائی سمیٹ کر وہاں سے نکلے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

پاکستان میں چینی سرمایہ کاری کے پس پردہ محرکات

احسان اللہ احسان

پاکستان کے نام نہاد دانشور چینی صدر کے دورے کو علاقے کی تعمیر و ترقی کیلئے بہت اہم قرار دیتے رہے گویا چینی صدر ہی ان کا رازق اور ترقی کا ضامن ہے۔ دراصل مرغوبیت کے زنگ سے آلودہ یہ ذہن ہر چڑھتے سورج کو اپنا الہٰ تسلیم کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے دینِ اسلام یہاں تعمیر و ترقی، فوز و کامرانی اور معاشرتی سکون کی راہیں متعین کر دی گئی یہاں جن کا حصول صرف اور صرف اسلامی نظام حکومت پر مکمل عمل پیرا ہونے میں ہی ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ رب العالمین کی حاکمیت کو تسلیم کرنے اور اپنے سر کو اس کے احکام کے سامنے خم کرنے کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ رب العالمین کے لئے دوستی اور دشمنی ہی ہمارے بھائی چارے یعنی مواخات کے نظام کو تھامے ہوئے ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اغیار سے مرعوب اذہان ہمارے معاشرے اور ملک کے اہم امور پر متعین ہو چکے ہیں جن کا مقصد ہمیشہ تصویر کے ایک ہی رخ کو عیاں کرنا ہوتا ہے جس میں لادینیت کا عنصر نمایاں ہو۔

چین اس وقت اسلام کا بدترین دشمن بن کر دنیا کے نقشے پر ابھر رہا ہے، مستقل قریب میں جس کے خطوط واضح ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ اگر ہم چین کی سابقہ اور حالیہ اسلام دشمنی کا جائزہ لیں تو اسے بدترین دشمن قرار دینا مبالغہ آرائی ہرگز نہیں ہوگی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے چین کے صوبہ سنکیانگ (مشرقی ترکستان) میں مسلمان مرد اور خواتین کو بنیادی شعائر اسلام پردہ و داڑھی اختیار کرنے کی پاداش میں قید و تشدد کا سامنا ہے اور ظلم کو قانونی شکل دے دی گئی ہے۔ سنکیانگ صوبہ میں موجود ایغور نسل مسلمان ماضی میں بھی چینی حکومت کی اسلام دشمنی کا شکار رہ چکے ہیں۔

چین کے ریاستی ذرائع ابلاغ کے اعداد و شمار کے مطابق سنکیانگ کے شہر ''کامامے'' میں مسلمانوں کو پانچ طرح کی پابندیوں کا سامنا ہے۔ جس میں حجاب، برقعہ، جلباب یا عبایا پہننے والی خواتین یا ایسے لباس میں ملبوس افراد جس میں ہلال اور ستارے بنے ہوں اور داڑھی والے مردوں کو چین کے صوبہ ''سنکیانگ'' کے شمال مغربی شہر ''کارامے'' میں بسوں پر سوار ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جبکہ بہت سے نام نہاد مسلمان ملکوں میں ہلال اور ستارہ اسلامی علامات کے طور پر قومی پرچموں کا حصہ ہیں۔

چین کی حکمران کمیونسٹ پارٹی کے سرکاری اخبار ''کارامے ڈیلی'' میں حال ہی میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق مذکورہ قوانین کا اطلاق ۲۰ اگست سے ہو چکا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے اس موقع پر امن عامہ کی صورتحال پر قابو پانے کے نام پر شعائر اسلام کو بزور قوت پامال کر رہے ہیں۔

اس سے قبل رواں سال ماہِ رمضان میں چین کے مسلمانوں کیلئے روزہ رکھنے پر پابندی عائد کی گئی تھی۔ ایک سرکاری محکمے کی ویب سائٹ پر کہا گیا تھا کہ سرکاری ملازمین روزے نہیں رکھ سکتے اور نہ ہی انہیں دیگر مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ ویب سائٹ پر لکھا گیا تھا کہ ''ہم سب کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ کسی کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے''۔ چین کی ایک سرکاری ہسپتال نے تو مسلمان ملازمین سے تحریری طور پر روزہ نہ رکھنے کا حلف نامہ لیا تھا جبکہ کئی مسلمانوں کو اس حلف نامہ پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے نوکریوں سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

چین میں بسنے والے مسلمان ایک جانب مذہبی پابندیوں کا سامنا کر رہے ہیں جبکہ دوسری جانب سرکاری سرپرستی میں نسل کشی بھی جاری ہے۔ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء کو ایک خبر رساں ایجنسی ''شبستان'' کی رپورٹ کے مطابق چینی پولیس نے ۱۴ مسلمانوں قتل کیا۔ ورلڈ کانگرس کے ترجمان ''ڈیلکسات راکسیٹ'' نے اس بارے میں کہا ہے کہ طاقت کے بے جا استعمال نے مسلمانوں کی زندگی کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ چین کی ریاست ''سنکیانگ'' کے علاقے ییغور کے ترک نسل مسلمانوں کی آبادی اسی لاکھ ہے جو چین کی مرکزی حکومت کی اسلام مخالف پالیسیوں کی وجہ سے سخت زندگی گزار رہی ہے۔

۲۵ اگست ۲۰۱۴ء کو سنکیانگ میں آٹھ افراد کو سزائے موت دی گئی۔ یہ تمام افراد ایغور نسل کے مسلمان تھے۔ چینی پولیس نے گزشتہ کچھ ہفتوں میں ''سنکیانگ'' سے سینکڑوں مسلمانوں کو گرفتار کیا جن میں بیشتر کو طویل قید کی سزائیں سنائی جا چکی ہیں۔ ایغور مسلمانوں کا کہنا ہے کہ چین کی حکومت ان کا استحصال کر رہی ہے اور انہیں یہاں صرف مسلمان ہونے کے جرم میں امتیازی سلوک، عدم تحفظ اور قید و بند کا سامنا ہے۔

چین کی اسلام دشمنی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اب تو نام نہاد انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشل نے اپنی ایک رپورٹ میں چین کی اسلام دشمنی کے بارے میں کہا ہے کہ چین ''ایغور''

مسلمانوں کے اکثریتی علاقے ''سنکیانگ'' میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مزید اس بارے میں کہا ہے کہ چین نے اپنے مغربی علاقے ''سنکیانگ'' میں ''ایغور'' نسل کے مسلمانوں کے خلاف ظالمانہ اقدامات کیے جس میں مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کا سامنا ہے۔

ایسے وقت میں جب چین کی اسلام دشمنی کے آثار حد سے بڑھتے نظر آ رہے ہیں، چینی صدر نے پاکستان آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس دورے کے پس پردہ مقاصد میں شمالی وزیرستان میں جاری مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ میں معاونت کرنا بھی شامل تھا، واضح رہے کہ شمالی وزیرستان میں چین سے تعلق رکھنے والے مجاہدین ایسٹ ترکستان اسلامک موومنٹ (ای ٹی آئی ایم) کے خلاف آپریشن میں تیزی لانے کے بارے میں چینی حکومت کئی بار زور دے چکی ہے۔ ان مجاہدین کا جرم بھی چین کے مظلوم مسلمانوں کی معاونت کرنا ہی قرار پایا ہے۔

ایسے میں حکومت پاکستان بظاہر تو چینی صدر کے ممکنہ دورے میں ہونے والی سرمایہ کاری کے ۳۴ ارب ڈالرز کے منصوبوں کا ذکر کرتی ہے لیکن تفصیلات کبھی عوام کے سامنے نہیں لاتی اور نہ ہی کبھی چین کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر کرتی ہے۔ دوسری جانب مغربی فکر کے حامل مفکرین اور تجزیہ نگار دجالی میڈیا کے توسط سے نہ صرف عوام کو مسلسل حالات اور واقعات سے بے خبر رکھے ہوئے ہیں بلکہ ممکنہ طور پر کی جانی والی سرمایہ کاری کو ہی پاکستان کی ترقی کا ضامن قرار دے رہے ہیں۔ یہ سرمایہ کاری ہرگز نہیں ہے بلکہ خون مسلم بہانے کے عوض ملنے والی شاباش اور کرایہ ہے، جس کو حکومت پاکستان اپنے لئے باعث سعادت سمجھ رہی ہے۔ ہماری پاکستان کے مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اس غلیظ نظام زمین بوس کرنے میں ہمارا ساتھ دیں جس میں مسلمانوں کو کافروں کا غلام بنایا جا رہا ہے۔

ایسے حالات میں جب ایک طرف چین میں مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے، ہم چینی حکومت کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تم اپنی اسلام دشمنی کی روش سے باز آجاؤ ورنہ وہ دن دور نہیں جب تمہیں مجاہدین کی ضرب کا سامنا ہوگا۔

یاد رکھو! کہ ہم ظالم، جابر کے خلاف شمشیر بے نیام ہیں۔ روس کے ہونے والے ٹکڑے تم سے ہرگز مخفی نہیں ہیں امریکہ، برطانیہ اور پاکستان کے اقتصادی حالات بھی تم پر عیاں ہی ہوں گے۔ اگر تم نے اپنی روش نہ چھوڑی تو ہم تمہارے اقتصادی مراکز اور مفادات پر وہاں حملہ آور ہوں گے جہاں تمہارا گمان تک نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

کیا افواج کے افراد پر لفظ ''مرتد'' کا اطلاق جائز ہے؟ جو ان میں سے براہ راست نہ لڑے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: کیا لفظ (مرتدین) کا اطلاق (مثال کے طور پر) پاکستانی، افغانی اور عراقی فوج پر جائز ہے؟ جبکہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں کہ جو مرتد نہ ہوں؟ اور اگر انہیں مرتد کہنا جائز ہے تو پھر اس کی دلیل کیا ہے؟

دوسری بات یہ کہ پاکستانی فوج کے اس افسر یا سپاہی کا شرعی حکم کیا ہے جو کہ براہ راست لڑائی میں حصہ نہیں لیتا اور لڑائی میں فوج کی مدد سے بھی اجتناب کرتا ہے۔ کیا فوج میں صرف شمولیت اختیار کرنے یا صرف اس میں رہنے سے بھی دین سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے؟

جواب: بسم اللہ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ،وبعد .

یہ افواج کہ جن کی آپ نے مثال دی ہے یہ مرتد طاغوتی حکومتوں کی تابعدار افواج ہیں۔ انکی اصل تو (کفر) اور (ردت) ہی ہے، کیونکہ یہی طواغیت کی مددگار ہیں اور ان کی تائید کرتی اور ان کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہیں۔ انسان کے بنائے گئے قوانین اور کفریہ دستوروں کو لاٹھی اور گولی کی طاقت سے نافذ کرتی ہیں اور مجاہدین، مواحدین اور علماء کو قتل کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ظاہری کفریہ اعمال کی مرتکب ہوتی ہیں۔

اس بنیاد پر جو کوئی بھی ان افواج کی طرف منسوب ہوگا تو وہ (مرتد کافر) ہوگا خواہ اسکا ان میں کوئی بھی کام ہو اور اس شخص پر لفظ (مرتد) کا اطلاق جائز ہے۔ اس لفظ کے اطلاق کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے (قل یا ایھا الکافرون) ترجمہ (اے نبی) آپ کہہ دیں، اے کافرو۔ (الکافرون)

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا ہے کہ کافروں کو ان کے اس نام سے مخاطب کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے رکھا ہے، جبکہ مرتد وہ ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر کرے لہٰذا وہ بھی اس خطاب میں شامل ہے۔

لہٰذا ان افواج کے ہر فرد پر یہ حکم لاگو ہوتا ہے۔ اس کا لڑائی میں شمولیت نہ کرنا اسے اصلی حکم سے خارج نہیں کرتا کیونکہ وہ ہے تو طاغوت کا فوجی۔ اس لئے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ لڑنے والے گروہوں میں فوج کی پیچھے سے حفاظت کرنے والا بھی براہ راست لڑائی کرنے کے حکم میں آتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ ان افواج میں کوئی ایسا شخص بھی ہو کہ وہ حکومت کی نہ تو مدد کرتا ہے اور نہ اسے دوست بناتا ہے، نہ انسانی بنائے گئے قوانین کا حامی و ناصر ہے اور اسی طرح کی دوسری باتیں۔ تو یہ صرف ایک خیال ہے اور اس پر کوئی دلیل بھی نہیں بلکہ زمینی حقائق اس کے خلاف ہیں۔ ان جیسوں کے بارے میں جو حکم کم از کم بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ طواغیت کی تعداد زیادہ کرتا ہے وہ انہی میں سے شمار ہوتا ہے۔

امام النووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس نے کسی قوم کی تعداد میں اپنی شمولیت سے اضافہ کیا تو اس پر بھی دنیا کی ظاہری سزاؤں میں اسی قوم جیسا حکم لاگو ہوگا۔

پھر اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ ان افواج میں واقعی کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ وہ لڑائی میں براہ راست حصہ نہیں لیتا اور لڑائی میں فوج کی اعانت سے اجتناب کرتا ہے اور اس کے پاس تکفیر کے موانع میں سے کوئی مانع بھی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق کر لی تو اس وقت ہم اس سے کفر کا حکم اٹھالیں گے۔ لیکن اگر وہ تکفیر کے اس مانع (وجہ) کے ختم ہونے کے بعد بھی فوج میں رہتا ہے تو اس بعینہ تکفیر کی جائے گی۔ اگر وہ فوج سے نکل جاتا ہے تو اللہ نے اسے نجات دے دی اور یہی چیز تو ہمیں زیادہ پسند ہے۔

لیکن اگر ہمیں اس کی تکفیر کے کسی مانع (وجہ) کا علم نہیں ہوتا تو وہ بھی اصل حکم کا مستحق ہوگا اس لئے کہ وہ طواغیت کے کفر میں انکا خود مختار مددگار بنا ہوا ہے لہٰذا اس پر بھی طاغوت کے فوجی کا حکم لاگو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء)

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو اللہ کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کیلئے لڑتے ہیں سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔

اور اگر آپ کو اس مزید دلیلیں چاہئے تو ہم آپ کو (الشیخ سلیمان بن عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب) کی کتاب (الدلائل فی حکم موالاۃ اھل الاشتراک) کے مطالعے کی نصیحت کرتے ہیں، کیونکہ بلاشبہ یہ کتاب آپ جیسے سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تحریکِ لال مسجد سے انقلابی دھرنوں تک

ابنِ حیدر

آج زمین کی طنابیں کھینچ گئی ہیں، اور پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر کی طرح ہوگئی ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں انقلاب آتا ہے، کہیں اقتدار کا کوئی فلک بوس دیوان گرتا ہے تو اس کی دھمک پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے۔ غرضیکہ کہیں بھی کوئی فکری یا نظری انقلاب رونما ہوتا ہے تو تحقیق وتنقید کے نام پر ماضی کے مسلمہ نظریہ پر جو دوانکار کی ضرب پڑتی ہے اور پوری دنیا میں اس کی گھن گرج سنائی دیتی ہے۔ عوام الناس کے اذہان پر مثبت ومنفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، نقطہ نگاہ، زاویہ فکر اور نظریاتی طور پر ذہن وفکر کی دنیا میں دو طبقے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک طبقہ اس انقلاب کی فکری اور نظریاتی تائید کرتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ اسی شدت سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔

حال ہی میں پاکستان میں ایک نمایاں سیاسی پارٹی اور ایک نام نہاد مذہبی جماعت نے انقلاب لانے کا اعلان کیا، دونوں جماعتوں کا موقف اور محرکات علیحدہ علیحدہ تھیں۔ ان جماعتوں میں سے ایک کو تحریک انصاف اور دوسری کو پاکستان عوامی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔

تحریک انصاف کے سربراہ ایک سابق کرکٹر عمران خان ہیں جو نوجوانوں میں نہایت مقبول گردانے جاتے ہیں جبکہ دوسری یعنی عوامی تحریک کے سربراہ پاکستانی نژاد ایک استشراقی عالم (مولانا) طاہر القادری ہیں۔ عمران خان نے اپنے انقلاب کو ''آزادی مارچ'' کا نام دیا اور اس کی وجہ موصوف موجودہ حکومت کی گزشتہ سال منعقد انتخابات میں دھاندلی اور ناقص طرز حکومت بتاتے ہیں، جبکہ دوسرے صاحب یعنی طاہر القادری جو سراپا شرک وبدعات ہیں، نے اپنے انقلاب کو عوامی انقلاب کا نام دیا۔ بظاہر اس انقلاب کی وجہ ماڈل ٹاؤن لاہور کا واقعہ بنا۔ لاہور میں ان کے ادارے منہاج القرآن سیکرٹریٹ کے سامنے سے ناجائز تجاوزات گرانے کے دوران پولیس نے غنڈہ گردی کرتے ہوئے عوامی تحریک کے چند کارکن قتل کردیے تھے۔ تفصیلی حالات لکھنے بیٹھیں تو کافی وقت درکار ہوگا اس لئے چیدہ چیدہ نکات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ دونوں جماعت نے اس انقلاب کیلئے ۱۴ اگست ۲۰۱۴ یعنی پاکستان کے برائے نام یوم آزادی کا انتخاب کیا۔

پاکستان کے دل یعنی شہر لاہور سے ۱۴ اگست کو روانہ ہو کر یہ نام نہاد انقلاب مختلف شہروں سے ہوتا ہوا اسلام آباد پہنچا تو اسلام آباد کی عوام الناس کیلئے مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا کیونکہ حکومت نے کنٹینر لگا کر مختلف راستوں کو بند کردیا تھا۔ موجودہ حکومت کے وزراء کو اس انقلاب کے بارے میں کافی تحفظات تھے اس لئے نام نہاد قائدین انقلاب نے حکومت کو اس کی یقین دہانی کرائی کہ انقلاب اور اس کے شرکاء پرامن ہیں اور اپنے سلب شدہ حقوق کی بحالی کیلئے انہوں نے احتجاج اور لانگ مارچ کا راستہ اختیار کیا ہے۔ مگر حالات وواقعات اس کے برعکس ہیں۔ اس انقلاب کے شرکاء کی جانب سے جو بدانتظامی اور لاقانونیت دیکھنے کو ملی شاید ہی اس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں ملے۔ انقلابی قائدین کی جانب سے کیے جانے والے دعوؤں کا بھانڈا ان کے اپنے کارکنان نے پھوڑ دیا۔ دونوں قائدین اپنے کارکنان کو اشتعال انگیز تقاریر کرکے ابھارتے ہیں اور ان کے پرامن شرکاءِ انقلاب عوامی اور سرکاری املاک پر اپنے ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے کارکنان ایک دوسرے سے بڑھ کے ہیں اور کسی بھی کاروائی کے بعد قائدین انقلاب سفید جھوٹ بول کر اپنے کارکنان کی چشم پوشی کرتے ہیں۔ اس نام نہاد انقلاب کے شرکاء نے پاکستان کے ٹیلی ویژن ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا وہاں موجود عملے کو زدوکوب کیا۔ اس حملہ میں مستورات کو بھی استثنٰی حاصل نہیں تھا۔ خواتین کو بھی لاٹھیوں سے مارا پیٹا گیا ان کے پاس موجود نقدی اور موبائل فونز چھین لئے گئے۔ عمارت کے سٹور روم میں موجود بیش قیمت سامان مال غنیمت سمجھ کر شرکاء لے گئے۔ اس سے پہلے پولیس اہلکاروں کو زدوکوب کیا گیا جو اس عمارت کی حفاظت پر مامور تھے۔ ایک نجی ٹی وی چینل کے مطابق مختلف مقامات پر تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے ان پرامن کارکنان نے ۳۰۰ سے زائد پولیس اہلکاروں بشمول اعلیٰ عہدیداروں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ موجودہ حکومت کے ایک وفاقی وزیر نے قومی اسمبلی میں اراکین کو بتایا کہ انقلاب کے شرکاء میں ہزاروں کی تعداد میں تربیت یافتہ دہشت گرد موجود ہیں مگر انقلاب کے قائدین اپنے کارکنان کو نومولود بچوں کی طرح گردانتے ہیں۔

اس انقلاب کے شرکاء نے صرف انہی کارناموں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اُنہیں جہاں موقع ملا اُنہوں نے سرکاری اہلکاروں، صحافیوں اور عام عوام کو لوٹ مار اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ انقلاب کے شرکاء اپنے ساتھ موجود خواتین اور بچوں کی بڑی تعداد بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔

اس انقلاب کے شرکاء نے صرف انہی کارناموں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انہیں جہاں موقع ملا انہوں نے سرکاری اہلکاروں، صحافیوں اور عام عوام کو لوٹ مار اور تشدد کا نشانہ بنایا۔ انقلاب کے شرکاء اپنے ساتھ موجود خواتین اور بچوں کی بڑی تعداد بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی اعلیٰ عہدیدار کسی کاروائی کا ارادہ کرتا ہے تو مجبوراً اس کو اپنا فیصلہ مؤخر کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح دارالحکومت کسی خانہ بدوش بستی کا منظر پیش کرتا ہے۔ جگہ جگہ خیمہ زن انقلابی، کہیں سڑکوں پر نہاتے دھوتے نظر آتے ہیں تو کسی جگہ کوئی تخریبی کاروائی کرتے دکھائی پڑتے ہیں۔ شام ہوتے ہی یہ انقلابی نہایت منظم

انداز میں اپنے لیڈروں کے خطاب سننے کیلئے جمع ہوجاتے ہیں۔ان کے خطاب کے دوران مغربی تہذیب کی عکاسی مؤثر انداز میں کی جاتی ہے۔فحاشی وعریانی کاایک طوفان برپا ہوجاتا ہے،نوجوان لڑکے اورلڑکیاں موسیقی کی دھنوں پرتھرکتے نظرآتے ہیں،یہی حال ان کے قائدین کا بھی ہوتا ہے۔

ان انقلابیوں کے متعلق مزید تفصیلات قارئین پاکستانی اخبارات اور جریدوں میں میں ملاحظہ کرسکتے ہیں،ہم بس درج بالاحقائق پراکتفاء کرتے ہیں اور ماضی کے دریچوں سے ایک دریچہ کھولتے ہیں۔

اسلام آباد میں ۱۹۶۵ء میں ایک مسجد تعمیر کی گئی اور اس مسجد کو لال مسجد کا نام دیا گیا۔لال مسجد کے پہلے خطیب مولانا محمد عبداللہ شہید رحمہ اللہ تھے،جو بہت بے باک اور نڈر انسان تھے۔افغان روس جنگ میں ان کے خدمات قابل تحسین ہیں۔اپنی زندگی کے دوران امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بخوبی سرانجام دیتے رہے اور اس سلسلہ میں مختلف حکومتوں کوانہوں نے کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔اسی جرم کے پاداش میں ۱۹۹۸ء میں انہیں شہید کروادیا گیا۔

مولانا عبداللہ غازیؒ کی مظلومانہ شہادت کے بعدان کے جانشین مولانا عبدالعزیز غازی اورمولانا عبدالرشید غازی امامت اورخطابت کے فرائض ادا کرنے لگے۔اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی اسلام کی صحیح تعلیمات کا نوراپنے طلباء اور طالبات میں بکھیرا۔جب حکومت پاکستان کے سربراہ (نجس) پرویز مشرف نے اپنے امریکی آقاؤں کے ایماء پرجنوبی وزیرستان میں انصار اورمہاجرین کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا تو مولانا عبدالعزیز غازی نے ایک تاریخ سازفتویٰ دیا اوراس جرم کی پاداش میں ان کوفرائض امامت کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔مگراس کے باوجود مولانا عبدالعزیز غازی حق بیان کرتے رہے اوران کی حق گوئی کی وجہ سے وقت کے فرعون (پرویزمشرف) سے ان کی دشمنی ہوگئی۔

۲۰۰۷ء میں مشرف نے اسلام آباد میں مساجد کوشہید کرنے کاایک جامع منصوبہ بنایا اوراس سلسلہ میں مختلف مقامات پرواقع ۷ مساجد کوشہید کردیا گیا۔ان سب حالات سے خائف ہوکر لال مسجد اوراس سے ملحقہ جامعہ حفصہؓ کے طلباء وطالبات نے اس فرعونیت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔انہوں نے سروں پرکفن باندھ کرشریعت یا شہادت کانعرہ لگادیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے اسلام آباد میں واقع مالش سنٹر کو بند کرادیا اور وہاں موجود لڑکیوں کویرغمال بنا کراپنے ساتھ لے آئے۔اس کے بعد جب ان لڑکیوں نے توبہ کی توان کو برقعہ پہنا کر باعزت چھوڑ دیا گیا۔اسی طرح آنٹی شمیم جو اسلام آباد میں ایک فحاشی کااڈہ چلاتی تھی،اس کواٹھا کراپنے ساتھ لے آئے اوراس خاتون کوبھی توبہ تائب کرواکراور برقعہ پہنا کر باعزت بری کردیا۔شہید مساجد کی تعمیرنو کیلئے حکومت کودباؤ میں لانا ضروری تھا،اس لئے عفت مآب بہنوں نے جامعہ حفصہؓ سے ملحق بچوں کی لائبریری پرقبضہ کیا اورحکومت کو اپنا مطالبہ پیش کیا۔مگرحکومت وقت نے مطالبات ماننے کے بجائے دجالی میڈیا کے ذریعے ان شریعت کے پروانوں کے بارے میں طرح طرح کا پروپیگنڈہ شروع کردیا۔لال مسجد اورجامعہ حفصہؓ کوغیرملکی دہشتگردوں کی آماجگاہ بتلانا شروع کردیا اور طرح طرح کے سفید جھوٹ عوام الناس کو میڈیا کے ذریعے سچ بناکرپیش کیئے۔جیسے کہ لال مسجد میں بھاری تعداد میں اسلحہ موجود ہے،لال مسجد میں فدائی تیار ہوتے ہیں،الغرض حکومت جتنا جھوٹ بول سکتی تھی اس نے اپنے استعداد کے مطابق اس میں کوئی بھی کمی نہ رکھی۔مگرحقائق اس کے برعکس ہیں۔ان شریعت کے پروانوں نے کسی بھی حکومتی اورغیرحکومتی شخص کوتشدد کانشانہ بنایا نہ ہی کہیں لوٹ مارکی،نہ حکومتی املاک کوضرر پہنچایا اورنہ ہی غیرحکومتی املاک کو۔

ان کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا وہ یہ ہے یہ ملک جس مقصد کیلئے حاصل کیا گیا ہے اس مقصد کوعلمی جامہ پہنایا جائے یعنی پاکستان میں شریعت نافذ کی جائے۔مگراس جرم کی پاداش میں وقت کے فرعون نے ان کو بھیانک سزادی۔

شریعت کے مطالبہ پرپرویز مشرف نے ان نرم ونازک کلیوں کومسلنے کا فیصلہ کیا۔اس سے پہلے عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے مذاکرات کاڈرامہ چایا گیا مگران مذاکرات کے پیچھے دراصل کوئی اور مقصد تھا۔ان مذاکرات کے ناکامی کا سبب تحریک کے سربراہان کوٹھہرایا گیا،فرعون وقت نے دجالی میڈیا کی مدد سے پروپیگنڈہ جاری رکھا اور پھر جولائی کے اوائل میں لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کامحاصرہ کرلیا گیا۔مسلح فوج نے باڑھ لگا کرلال مسجد کی طرف جانے والے راستوں کوبند کردیا اورفرعون وقت نے لال مسجد میں موجود ننھے طلباء اور جامعہ حفصہؓ میں موجود عفت مآب بہنوں پرمسلح کاروائی کا آغاز کردیا۔

مسلسل کئی روز تک یہ مسلح کاروائی \ آپریشن جاری رہا۔فوجی اہلکاروں نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہوئے لال مسجد کی عمارت کومنہدم کردیا۔یہی حال جامعہ حفصہ کا ہوا۔اس آپریشن کے دوران فاسفورس بموں کا استعمال کرکے لاشوں کوجلا دیا گیا،قرآن کریم اوراحادیث مبارکہ کے نسخہ جات اسلام آباد کے گندے نالوں میں بہادئے گئے،سینکڑوں کی تعداد میں طلباء وطالبات اپنے خالق حقیقی سے جاملے،اتنی ہی تعداد میں درندہ صفت نام نہاد کلمہ گوفوجی گرفتار کرکے اپنے عقوبت خانوں میں لے گئے جوتاحال لاپتہ ہیں۔

مگرآج وہی اسلام آباد ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں مظاہرین موجود ہیں جن کی تخریبی کاروائیاں کئی روز سے جاری ہیں۔عوام خود کو محفوظ تصور کرتے ہیں اورنہ حکومتی عہدیدار۔حکومتی اورغیرحکومتی املاک میں توڑ پھوڑ جاری ہے مگراس پرتو موجودہ حکومت نے کوئی کاروائی کی اورنہ ہی اس ناپاک فوج کے سربراہ نے زحمت کی۔وجہ صاف ہے کہ اگراس کرۂ ارض پرکوئی جمہوریت کاعلمبردار بن کرکوئی تخریبی کاروائی کرے تواس کو کوئی بھی پوچھنے کی زحمت نہیں کرتا جبکہ اگرکوئی شریعت الٰہی کے لیے اس ملک میں آواز اٹھاتا ہے توکفریہ جمہوریت کے علمبردار اسکونیست ونابود کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں

بقیہ صفحہ نمبر:19

انجان راہوں کے گمنام مسافر

انجان راہوں کے گمنام مسافر

دو چار سے دنیا واقف ہے
گمنام نہ جانے کتنے ہیں

جانے کیوں آج دل چاہ رہا ہے کہ انجان راہوں کے ان گمنام مجاہدوں، غازیوں اور شہیدوں کا تذکرہ کروں جو امت مسلمہ کے سر کا تاج، دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہیں......اپنے قلم کو ان سعادت مندوں کے ذکر سے معطر کہ جو اپنے پاکیزہ خون کو بہا کر حق کی گواہی دے رہے ہیں اور بہت سے خوش نصیب تو یہ گواہی دے کر چلے گئے کہ ......جس کی برکت سے امت مسلمہ کو کھویا ہوا وقار بہت جلد ملنے والا ہے ان شہیدوں کا تذکرہ کروں کہ جن کی خوش نصیبی کے قصیدے لکھنے کیلئے قلم کی روشنائی ناکافی ہے ......ان غازیوں کے جرأت و بہادری کی داستان وفا سے بے جان کاغذوں ......میں قوس وقزح جیسے رنگ بھر دوں

اللہ کی راہ میں اس مشکل راہ گزر کا انتخاب کرنے والے جہاں کبھی تو اسامہ بن لادن اور ملا محمد عمر مجاہد کی شکل میں تاریک آسماں پر روشن ستارے بن کر ابھرے اور اپنے جرأت و بہادری اور حق پر استقامت کی وجہ سے، جگنوؤں کی طرح اوروں کیلئے مشعل راہ بنے، تو کبھی بہت سے سرفروش مجاہد ایسے بھی ہیں جو پس پردہ گمنامی میں کفر، ظلم واستبداد کے بت پر ایسی کاٹ دار تلوار بن کر ٹوٹے کہ شاید کہ شاید تاریخ کے اوراق میں تو ان کو کوئی جگہ نہ ملے، لیکن یہی تاریخ بذات خود گواہی دے گی کہ وہ تاریخ رقم کر گئے۔ان انجان راستوں کے گمنام راہی بے شک زمانے کی نگاہوں میں کوئی مقام نہ پاسکے لیکن ساتوں آسمانوں کے رب کی نظروں میں وہ مقام پا گئے کہ فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

یہ دنیا کے غرباء آخرت کے امراء ہیں

یہ دنیا کے انجانے آخرت میں سب سے زیادہ جان پہچان اور عزت والے ہیں .....بظاہر تاریک نظر آنے والی یہ راہیں کتنی پر نور اور روشن ہیں کوئی ان سے پوچھے .....راہ رب میں سرفروشی کے کیا دام ہیں ...کوئی ان سے جانے ...حق پہ استقامت دکھانے والوں کی کیا شان ہے کوئی ان کو دیکھ کر پہنچانے یہ انجان راہوں پہ قربان ہونے والے، یہ ویران راتوں میں امت کا درد دل میں لیے رب کے حضور سجدہ گنا بیگانے مسافر، یہ آرام و آسائش کو قربان کر کے تلواروں کے سائے تلے شامیں گزارنے والے، امت مسلمہ کے مجموعی درد کو اپنی ماں اور بہنوں کے آنسوؤں پہ فوقیت دے کر ہجرت کی کٹھن راہوں کو اپنانے والے ان کی پہنچان پوچھنی ہے تو اس رب سے پوچھوں جو ساتویں آسمان پہ فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ فخر سے کرتا ہے؛ ان حور و غلمان سے پوچھوں جو ان سے ملاقات کے فراق میں اور خدمت کے اشتیاق میں ....دیدہ و دل فراش راہ کیے ہوئے ہیں ....اس جنت سے پوچھو جو صبح و شام ان کیلئے آراستہ کی جاتی ہے۔

اگر مغربی تہذیب و تمدن کی ماند پڑ جانے والی شان وشوکت سے دھندلا جانے والے ذہن کو بے وقوف، اجڈ اور گنواروں میں شامل کرتے رہے اور مغرب زدہ مشرقی قلم ان کو دہشت گردوں، بنیاد پرستوں اور انتہا پسندوں میں گردانتے رہے .....تو رب ذوالجلال کے ہاں یہ وفاداروں میں شمار ہوتے رہے.....سدرۃ المنتہیٰ کے سائے تلے چلنے !!!.....والے قلم ان کے نام علیین میں درج کرتے رہے۔ ہرگز نہیں! بے شک لوگوں کا نامہ اعمال یقیناً علیین میں ہے، اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ علیین کیا ہے، ایک کتاب ہے لکھی ہوئی، اس کے پاس حاضر رہتے ہیں مقرب فرشتے۔(سورۃ مطففین، ۱۸،۲۱)

دینا اور دنیا والے ان کے نہ بنے لیکن وہ دو جہانوں کا مالک تو ان کا بن گیا خسارے میں وہ نہیں جسے دنیا نہ ملی، خسارے میں وہ ہے جسے اللہ نہ ملا.....اور یہ معاملہ زندگی کے ان سوداگروں سے بہتر کون جان سکتا تھا.....کچھ لوگوں نے گردن جھکا کے رب کو پایا۔انہوں نے اپنی گردن کٹا کے اس کی رضا کو خرید لیا...اور ہمیشہ کیلئے عزت و سرفرازی کو ڈگر پر چلتے ہوئے غیرت سے جینے اور شان سے مرنے والوں میں اپنا نام لکھوا لیا۔

اب بہاریں جب بھی وجا کے گیت گائیں گی،
کلیاں آزادی سے گنگنائیں گی
باغ اپنے جوبن پہ آ کر مسکرائے گا،
اور قفس میں اک بھی پرندہ نظر نہ آئے گا
جب ڈر نہ ہوگا فاختہ کو کسی صیاد کا
اور نہ پھول کو کسی بھنورے کا
تب خون حق سے رنگین کچھ ویران رستے دیں گے
جہاں میں دیں گے اس بات کی گواہی
چلے تھے ان انجان راہوں پہ کچھ گمنام سپاہی
کہ، جنہوں نے خون سے مقتل کو سجا کر
عشق حقیقی کی بھٹی میں نفس کو جلا کر
اصلاح امت کا بار کاندھوں پہ اٹھا کر
راہ خدا میں گردن کٹا کر
قوموں کو ایثار و وفا کا سبق دیا تھا
کہ انہوں نے اپنے خون سے
بجھے چراغوں کو روشن کیا تھا

ام ولاء

بقیہ: تحریکِ لال مسجد سے انقلابی دھرنوں تک

اے مسلمانوں؛ ذرا ہوش کے ناخن لو۔خود ہی انصاف سے بتاؤ کہ کیا ہمارے اسلاف نے اس لیے قربانیاں دی تھیں کہ اس ملک میں ہم کفریہ نظام حکومت رائج کریں؟ حالانکہ نہ اُس وقت اور نہ آج بھارت سمیت دیگر کافر ممالک میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر فرائض کی ادائیگی پر کوئی پابندی نہیں ہیں ہمارے اسلاف نے قربانیاں اس لئے دی تھیں کہ یہاں پر مسلمانوں کا اپنا طرز حکومت رائج ہو جو ان کو ورثہ میں خلفائے راشدین سے ملا ہے۔

خدارا! ابھی وقت ہے اپنے آپ کو سنبھالیے۔اپنے آپ کو جھنجوڑیے اور حق و باطل میں تمیز کیجیے۔یہی وقت ہے مجاہدین کے مبارک قافلوں میں شامل ہونے کا۔ایسا نہ ہو کہ قافلہ چھوٹ جائے۔(بقول اقبالؒ) تیز چلو تصادم سے بچو

بھیڑ میں آہستہ چلو گے تو کچل جاؤ گے

☆☆☆☆☆☆

چیدہ چیدہ

(۱) پاکستانی بحریہ میں بغاوت

چھ ستمبر کو مجاہد تنظیم قاعدۃ الجہاد کے مجاہدین نے ایک منظّم منصوبہ بندی کے تحت پاکستانی بحریہ کے ایک بیڑے پر قبضہ کیا۔منصوبے کے تحت اسے قبضہ کرکے اس پر نصب میزائل کے ذریعے امریکی بحری بیڑے کو ہٹ کرنا تھا۔منصوبہ بندی کرنے والے مجاہدین اپنے منصوبے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے تھے، کیونکہ ان کا بیڑے پر قبضہ ہو چکا تھا لیکن بعد میں پاکستانی نیوی حرکت میں آئی اور وہاں موجود مجاہدین کے خلاف آپریشن کرکے انہیں شہید کیا۔انااللہ واناالیہ راجعون۔اللہ تمام شہداء کرام کی ارواح کو جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین۔اس بارے میں القاعدہ برِصغیر کے ترجمان استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ کی طرف سے جاری کردہ بیان میں کہا گیا کہ اس کاروائی میں تیس کے قریب مجاہدین نے حصہ لیا جن کی ویڈیو چند دن میں جاری کی جائیگی۔بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ اس کاروائی کا اصل ہدف یہ تھا کہ اس بیڑے پر قبضہ کرکے پھر اس پر لگے ہوئے گن سے اس امریکی بیڑے کو ہٹ کرنا تھا جو ریفیولنگ کے لئے آتا ہے۔اسی طرح اس پلان کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ انڈیا کے بحری بارڈر کے قریب جاکر اس پر حملہ کرنا تھا۔

اس کاروائی سے مجاہدین کے حوصلے مضبوط ہوئے اور اس سے یہ نیک شگون بھی پیدا ہوا کہ الحمدللہ اب پاکستانی فوج میں بھی مسلسل ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو پاکستانی نظام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو رہے ہیں۔ہم کئی سال سے ایسی خبریں افغانستان کی نیشنل آرمی کے بارے میں تو سن رہے تھے کہ وہ مسلسل غیر ملکیوں پر حملے کر رہے ہیں اور الحمدللہ ان حملوں میں سینکڑوں ایساف اور نیٹو فوجی مردار ہوئے ہیں۔لیکن پاکستانی افواج میں ہمیں اسطرح کی خبریں کم ملتی تھی۔لیکن آخری تین چار سال سے ماشاء اللہ ایسی خبریں آرہی ہیں۔جس کا مطلب ہے کہ پاکستانی فوج میں نظم وضبط کا فقدان ہے اور انکی وہ سابقہ اتحاد واتفاق برقرار نہیں رہا۔اب ان فوجیوں میں سوچ وبچار کی صلاحیت پروان چڑھ رہی ہے۔ہمیں اُمید ہے کہ انشاء اللہ اب وہ اپنے مسلمان بھائی پر بندوق اُٹھانے سے پہلے کئی بار غور کرینگے کہ یہ ایک مسلمان کا خون ہے نہ کہ کسی ہندو یا عیسائی کا۔

(۲) پاکستان کا بے خبر؟ جانبدار؟ مجبور میڈیا؟

تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔دنیا کے مشہور خبر رساں اداروں نے اسے کوریج دی اور اس بارے میں مسلسل پروگرام کئے۔بی بی سی اردو سروس، لانگ وار جرنل، اے بی سی نیوز، اے پی، ایشیا نیوز چینل، ٹیلیگراف اور دیگر کئی اہم اداروں نے اسے رپورٹ کیا۔مجھے ایک عرب ساتھی نے عراق سے میسج کیا کہ مجھے اس ویڈیو کا عربی ترجمہ بھیجو کیونکہ عالمی میڈیا میں جماعت الاحرار کے قیام کی ایک گونج ہے۔اور چونکہ یہ جہادی دنیا میں ایک عظیم خبر تھی کیونکہ اس جماعت میں اپنے وقت کے مشہور شخصیات جمع ہوئی تھیں، اس لئے یہ اس قابل تھی کہ اسی اتنی کوریج ملتی۔لیکن آپ کو یہ عجیب خبر بھی بتاؤں کہ پاکستانی میڈیا اس بارے میں بالکل خاموش رہا۔حالانکہ یہ واقعہ پاکستان میں پیش آیا تھا، یہاں کے حالات سے متعلق تھا لیکن اس کے باوجود یہ معنیٰ خیز خاموشی! کیا دھرنوں کی کوریج کی وجہ سے وہ بے خبر رہے یا انہیں کہیں سے حکم ملا تھا کہ خبردار! اس خبر کو ایئر کیا تو ۔۔۔۔۔ میرے خیال میں میڈیا کو آرڈر ملا ہے کہ وہ مجاہدین کی کامیابی کی خبریں شائع نہ کریں۔۔لیکن اس خبر میں تو جانبداری نہیں تھی۔یہ بیچارے اتنے سہمے ہوئے ہیں کہ جس خبر میں طالبان کا لفظ آجائے تو یہ اسے شائع نہیں کرتے، کیونکہ اوپر کی طرف سے آرڈر ہے۔فوج نے ان بیچاروں کے سوچنے کی صلاحیت ہی ختم کر دی ہے۔اللہ رحم فرمائے۔اگر یہ وضاحت طلب کرتے کہ قبلہ محترم جناب آئی ایس پی آر صاحب! ایک خبر آئی ہے کہ سماج دشمن عناصر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، اگر حضور اجازت دیں تو اسے شائع کرتے ہیں؟ تو پھر وہ بھی اتنے بے مروت نہیں کہ صاف انکار کرتے بلکہ یہ ممکن تھا کہ اُس طرف سے پیشانی کو تھوڑا سا جھکا کر جواب ملتا ''اجازت ہے''۔

فاروق اعوان پر حملہ

کراچی میں مجاہدین نے کراچی پولیس کے ایک سینئر افیسر ایس ایس پی فاروق اعوان پر فدائی حملہ کیا۔جس میں وہ شدید زخمی ہوا اور اس کی گاڑی اور ساتھ حفاظتی پولیس موبائل تباہ ہوئی۔یہ پولیس افسر مجاہدین کے خلاف کاروائیاں کرنے میں مشہور تھا، جسے مجاہدین نے بار بار سمجھایا لیکن وہ اپنی خبث باطن کی وجہ سے اپنی عادت نہیں چھوڑ رہا تھا۔تمام پولیس آفیسرز کو اس واقعے سے سبق لینا چاہیئے کہ وہ اگر مجاہدین کے خلاف حملوں سے باز نہیں آئے تو ان کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔

عرب امریکہ اتحاد

امریکہ نے عراق کی اسلامی مملکت کیخلاف ایک باقاعدہ جنگ کا اعلان کرتے ہوئے پوری دنیا میں اپنے حامیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیں، چونکہ امریکی اس دفعہ اپنے فوجی نہیں بھیج رہا، اس لئے یہ خدمت دیگر ممالک سے لی جائیگی۔لیکن ان ممالک میں بھی خصوصی توجہ عرب ممالک پر دی جارہی ہے تاکہ عرب جوانوں کو عراق میں موجود مجاہدین کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔یہ بات تمام امت مسلمہ کے لئے انتہائی افسوسناک ہے کہ عرب جن سے مسلمان ایک محبت اور عقیدت واحترام کا تعلق رکھتے ہیں وہ بھی اسلام کے خلاف اکٹھے ہوگئے ہیں۔جنہیں لوگ اسلام کے محافظ سمجھ رہے تھے وہ خود اسلام کے خلاف آکھڑے ہوگئے۔حالانکہ اگر سوچا جائے تو جنگ کا سب سے زیادہ فائدہ جس کو ہوگا وہ ایران کی شیعہ حکومت ہے کیونکہ وہی شام اور عراق میں مجاہدین سے زیادہ خائف تھے۔عرب ممالک کو یقیناً اپنے اس فیصلے کی غلطی کا احساس بہت جلدی ہوجائیگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے فتنوں سے

بچائے آمین۔

کفر دوستی کا ثبوت

کہاں ہیں انسانی حقوق کیلئے کام کرنے والی تنظیمیں جو ہر وقت پاکستانی فوج اور خفیہ ایجنسیوں پر الزامات لگاتی رہتی ہیں کہ یہ بلوچستان میں لوگوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے چہروں پر تیزاب چھڑکتی ہیں۔ جو ہر وقت یہ رٹ لگائے رہتے ہیں کہ پاکستانی فوج اور خفیہ ادارے پاکستانی عوام کو ماورائے عدالت جیلوں میں مار مار کے قتل کرتے ہیں۔ انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والوں نے دنیا والوں کو ثابت کیا کہ ان کے نام اگر مسلمانوں والے ہیں یا وہ کبھی کبھار کسی مسجد میں دکھائی دیکھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ چاہے وہ کافر پاکستان کے دشمن کے نام سے مشہور ہونے والے ہندوستان کا کافر ہی کیوں نہ ہو۔ انہوں نے کافروں کو بھی غیر ہونے کا احساس نہیں دیا بلکہ ان ہندو کافروں کی وہ تواضع اور مدارات کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملک جا کر بھی ان کی کفر دوستی کے گن گاتے ہیں۔

یہاں تک راقم الحروف نے صرف انسانی حقوق کیلئے کام کرنے والی تنظیموں سے شکوہ کیا ہے۔ ایک اور بات جو اس موضوع سے ثابت ہوتی ہے کہ پاکستانی فوج بار بار پاکستانی مجاہدین کو خوارج کہتی ہے البتہ ہندوستانی فوج کو کچھ نہیں کہتی۔ حالانکہ پاکستانی فوج نے تاریخ میں جو مظالم مسلمانوں پر ڈھائے ہیں اس کا عشر عشیر بھی کسی کافر کے ساتھ نہیں پیش آیا۔ آپ کو پتہ ہے کہ اس فوج نے بنگال میں کتنے لوگوں کو قتل کیا اور پھر یہ قتل عام پاکستان میں بھی شروع کیا۔ اب انہوں نے شمالی وزیرستان کے مسلمانوں پر بھی زمین تنگ کر دی ہے لیکن دوسری جانب انڈین فوجی کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ احادیث کی رو سے خوارج وہ لوگ ہوتے ہیں جو مشرکین کے خلاف قتال نہیں کرتے مگر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے تو یہی فوج مجھے اوریجنل خوارج لگتی ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے آمین۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: صلوٰاتِ خمسہ اور ہم

قائین کرام ذرا غور کرلیں کہ آپ ﷺ باوجود اس کے کہ بہت شفیق تھے، امت کے حالت پر بہت رحم کرتے تھے پھر بھی آپ ﷺ کو ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے پر بھی آمادہ ہیں، یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ نماز مسجد میں ادا کرنا افضل اور بہتر ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے، لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد جس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کا پڑوس مسجد میں پڑھے ورنہ جو ثواب مسجد میں ملتا ہے اس ثواب سے محروم ہو جائیگا۔ لہٰذا مسجد میں نہ جانا اور اپنے گھروں میں نماز پڑھنا یہ حدیث کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز عقل کا تقاضہ بھی ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ اور مسجد میں ہو کیونکہ ایک تو اظہار یکجہتی ہے اتفاق اور اتحاد کا مظاہرہ ہے کہ ایک امام کے اللہ اکبر پر سب لوگ اوپر نیچے ہوتے ہیں، دوسرا یہ کہ جب تمام اہل محلّہ مسجد میں آیا کریں تو ایک دوسرے کے حال احوال سے خبردار ہوں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک شخص کو نماز میں نہیں دیکھا تو اس کا احوال پوچھا۔ یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ لوگ مسجد آیا کریں۔

بقیہ: مہاجرین وانصار

سیرت کی کتابوں میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک مہاجر اور انصاری کا ایک چشمے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ انصار نے یاللانصار پکارا اور مہاجرین نے یا معشر المہاجرین کا نعرہ لگایا۔ قریب تھا کہ انصار و مہاجرین کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے مگر کچھ بھلائی چاہنے والوں نے بیچ میں آ کر اس فتنے کو ختم کیا۔ منافقین کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول پھر بھی اپنی کوشش کرتا رہا کہ اس فتنے کو دوبارہ تازہ کر سکے۔ اس نے انصار کو ابھارا اور انہیں طعنے دیے کہ ان لوگوں کو آپ ہی نے اپنے اوپر مسلط کیا تھا، ان کو آپ نے ہی جگہ دی، اب بھی آپ کے پاس وقت ہے کہ ان سے جان چھڑاؤ تا کہ مہاجرین مجبور ہو جائیں اور یہاں سے نکل جائیں۔ لیکن اسلام کے عاشق انصار نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ مہاجرین کو کوئی تکلیف پہنچے۔ مہاجرین کے عظیم قائد محمد رسول اللہ ﷺ نے انصار سے اتنی رعایت کی کہ اسلام کے عظیم دشمن عبداللہ ابن ابی کو معاف کیا اور کسی کو اجازت نہیں دی کہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسے حضور ﷺ نے اپنی مبارک قمیص کفن کیلئے دی اور اس کا جنازہ پڑھایا باوجود اس کے کہ اس کی منافقت کا حضور ﷺ کو علم تھا۔ یہ حضور ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کا اثر تھا جیسے تفسیر روح البیان میں ذکر کیا گیا ہے: اگر چہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا مسلمانوں اور بالخصوص عمرؓ کیلئے قابل برداشت نہیں تھا لیکن اس کا یہ اثر ہوا کہ دیگر مخالفین اور منافقین نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں اور خود حضور ﷺ کی ذات کو اذیت پہنچانے والے شخص کے ساتھ بھی اس طرح نرمی اور مہربانی کا معاملہ فرمایا گیا تو اس سے سینکڑوں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ حقیقت میں ایک منافق کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہیں تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی طرح لوگ راغب ہوسکیں۔ بعد میں منافقین کے بارے میں واضح حکم نازل ہوا کہ منافقین کا نماز جنازہ پڑھانا صحیح نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبہ ۸۴) ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)۔

تو موجودہ دور کے مہاجرین وانصار کو بھی چاہئے کہ وہ انسانیت کے عظیم رہبر کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ قرار دیں۔ اسی سے جہاد کی راہ میں موجود رکاوٹوں سے نمٹا جائے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے، مواخات اور مضبوط رشتہ قائم ہوگا، انشاء اللہ۔

بقیہ: تقویٰ کی اہمیت

طالبان پاکستان اور تمام مجاہدین کو فتح وغلبہ عطاء فرمائیں اللہ تعالیٰ اس تحریک کو منظّم فرمائیں اللہ اس تحریک کو علماء مساجد و مدارس خواتین وبچوں کی حفاظت کا ذریعہ بنائے، اللہ تعالیٰ ہمارے اکابرین وامراء کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

جماعت الاحرار کے تاسیس کے دن جماعت کے قائدین کے بیانات

مولانا قاسم خراسانی حفظہ اللہ

میرے اسلام کے مجاہدین بھائیو! اللہ تعالیٰ کے دین پر جانیں قربان کرنے والے فدائیوں آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ دنیا میں کئی قسم کی تحریکیں، تنظیمیں کسی کا ایک اور کسی کا دوسرا مقصد ہے کوئی ایک نہج اور طریقے سے اور کوئی دوسرے طریقے سے کام کرتے ہیں لیکن جو دین رسول ﷺ لائے ہیں وہ قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ہے اس دین اسلام کے غلبے کیلئے اللہ رب العزت نے جب اپنے پیغمبر ﷺ کو بھیجا تو حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے کئی قسم کی قربانیاں دی ، بالآخر ہمارے اور آپ کے دور تک بات آپہنچی ، جب ہم نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اپنے اسلام کی سیرت کو مطالعہ کیا تو ہمارے ایمان اور اسلام نے ہمیں یہ سبق اور دعوت دی کہ جس طرح اور جس طریقے سے ہمارے آقا ﷺ لڑے ہیں قربانیاں دی ہے تو ہم بھی ان انبیاءؑ خصوصاً آقائے دو جہاں ﷺ کے حلالی بیٹے ہیں تو ہم نے بھی یہ تہیہ کرلیا کہ جب تک ہمارے بدن میں سانس اور رگوں میں خون دوڑتا ہے تو ہم بھی وہی نظام جو اللہ رب العزت نے بھیجا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کیلئے قربانیاں دی ہیں گھر بار مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مہاجر ہو گئے جہاد اور جنگ کی میدانیں گرم کی گئی ان کافروں کی اولاد جن کے باپ دادا نے ہمارے نبی ﷺ کا مقابلہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے ناکام کردیا بات یہاں تک پہنچ گئی کہ آج ہمارے اس دور میں وہ نہیں چاہتے کہ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی بچے اس دور میں زمین پر رہیں اور وہ نظام جو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں زمین پر نافذ ہو، لیکن رسول اللہ ﷺ کے روحانی اولاد مجاہدین اور اسلام کے جاں نثار نوجوانوں پر ہر علاقے اور ملک میں اٹھ کھڑے ہوئے ، خصوصاً ہم اگر اپنے ملک اور علاقے کی بات کریں تو اس دین اسلام کے نفاذ کیلئے اور احیائے خلافت کیلئے ہم نے اپنے ملک پاکستان میں تحریک طالبان پاکستان کے نام سے ایک تحریک شروع کی اس تحریک میں ہمارے ساتھی مخلص مجاہدین شریک ہوئے ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ہم مسلمان مجاہدین کی ایک تنظیم بنائیں ، وہ اس تحریک کو آگے بڑھائے ، اور ہم ان کے ساتھ تعاون کریں گے ، مجاہدین اٹھ کھڑے ہوئے اور بے پناہ قربانیاں پیش کی اپنے مالوں کو قربان کردیا اپنے جانوں اور جسموں کو قربان کر دیا اپنے علاقوں کو چھوڑا ہر چیز کو اسلام کی خاطر داؤ پر لگایا صعوبتیں برداشت کی لیکن بدقسمتی سے جس مقصد کی خاطر ان فدایان اسلام اوسرفروشان احیائے خلافت نے جو قربانیاں پیش کی نیندیں اپنے اوپر حرام کی ، آرام اور آسائش کو ٹکرادیا اور اپنا گھر بار علاقے سب کچھ چھوڑ دیا لیکن وہ مجاہدین اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچے، اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں نے تحریک کی بنیاد رکھی تھی اور مجاہدین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا، تو مجاہدین یہ چاہتے تھے کہ یہی لوگ تحریک کو سنبھالیں اور ہم ان کی خدمت کریں گے، لیکن بدقسمتی سے ایسا ہوا کہ بعض شخصیات نے تحریک کو اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کیلئے استعمال کیا اور وہ مقصد حاصل نہیں ہوا جن کیلئے مجاہدین نے قربانیاں دی ، ان لوگوں کی اصلاح کیلئے بہت کوششیں کی گئی لیکن ناکام ہونے کی صورت میں مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے مایوس مجاہدین جو یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ ہم نے قربانیاں کیوں دی ، ہم نے اپنا خون کیول بہایا، ہم نے قید وصعوبتیں کیوں برداشت کی ، ہم نے اپنے اوپر نیند کیوں حرام کی ، ہم نے اپنے بچوں کو کیوں یتیم کیا، ہم نے اپنی بیویوں کو کیوں بیوہ کیا، ہم نے تو یہ قربانیاں اس لئے نہیں دی تھی کہ تحریک چند اشخاص کے ہاتھوں میں ہو، وہ کرسیوں پر بیٹھ کر مزے کرے ، اپنے عیش وعشرت کیلئے اور لوگوں پر اپنا امر جاری کرنے کیلئے ، ہم نے تو اس لئے قربانیاں نہیں دی تھی یہی مجاہدین اصحاب کہف کی طرح مایوس ہو گئے ، ہر ایک بندہ اسی سوچ میں پڑا تھا کہ کیا کریں آخر کار تحریک طالبان کے مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین جمع ہو گئے اور ایک سوچ اور پروگرام ترتیب دیا اور یہ تہیہ کرلیا کہ اب ہم ان شاء اللہ ایسا نہیں کریں گے کہ تحریک بنا کر کسی اور کے حوالے کردیں ، کیوں کہ اس کا نتیجہ منفی نکلا ، اب ہم ان شاء اللہ ایک ایسی تحریک بنائیں گے جسے ہم اپنے ہاتھوں میں لیں گے اور مجاہدین کو جن مشکلات اور مسائل کا سامنا ہے ان کا حل نکالیں گے ، ایسا نہ ہو کہ ہم آخرت کے دن یہی شہداء یتیم اور بیوائیں ہمارے گریباں پکڑیں ، ہم سے بہت لوگ خصوصاً پاکستانی عوام کی امیدیں وابستہ ہیں اور ہم سے مثبت توقعات رکھتے ہیں وہ اسی فکر میں ہیں کہ مجاہدین ہمارے حقوق کے بارے میں پوچھیں گے ، بس ہم نے احرار الہند کے نام سے ایک تنظیم کو وجود دیا ، جن میں پاکستان کے حلقوں کے مجاہدین جو پہلے تحریک طالبان پاکستان سے تعلق رکھتے تھے اصحاب کہف کی طرح جمع ہوئے اور احرار الہند کو وجود دیا پس جب مجاہدین نے احرار الہند کو وجود دیا اور دوسرے مجاہدین کو اس سے آگاہ کیا تو مجاہدین اس بات سے واقف ہوئے کہ ہمارے جو مطالبات ، ارادے ، سوچ وفکر اور اغراض ومقاصد تھے ، ہم ان میں ناکام ہو گئے ، اب چونکہ احرار الہند کے نام سے ایک تنظیم وجود میں آئی ہے تو ہم ان کے ساتھ مل کر تحریک کو آگے بڑھائیں اور وہی مایوس اور ناامید مجاہدین جوق در جوق احرار الہند میں شامل ہو گئے ، یہ سب مجاہدین کیلئے ایک مرکز ٹھہرا اور سب کا منظور نظر احرار الہند بن گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو آگے بڑھانے کیلئے مختلف مجالس کا انعقاد کیا گیا ، جس میں مجاہدین کے ذہنوں میں یہ بات آگئی کہ ابھی تک ہم نے جتنی

قربانیاں دی ہیں وہ تحریک طالبان پاکستان کے نام پر دی تھی جو ہماری تحریک تھی ،جس کے ہم بانی تھے تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تحریک طالبان کی جگہ احرار الہند کا نام رکھ دیں،ہم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اگر تحریک کو چند اشخاص نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اور تحریک کو یرغمال بنایا ہے تو ان کے ساتھ ایسے حالات میں تحریک کو آگے نہیں بڑھا سکتے ،آیئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ اسی تحریک کے اندر رہتے ہوئے تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار یعنی آزاد لوگوں کی جماعت کے نام سے ایک جماعت تشکیل دیں آزاد لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین کے پابند ہوں گے،اور لوگوں کی غلامی سے آزاد ہوں گے پس احرار الہند کے بعد ہم تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے نام سے اپنے جماعت کا اعلان کرتے ہیں، میں امیر محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مشکل حالات میں اپنے حلقے مہمند ایجنسی سے جماعت الاحرار میں شمولیت اختیار کی ،ہم جماعت الاحرار کے تمام ساتھی امیر محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ اور ان کے تمام مامورین کو خوش آمدید کہتے ہیں میں پاکستان کے تمام مجاہدین کو اپنی طرف سے دعوت دیتا ہوں کہ وہ مایوس نہ ہو، جماعت الاحرار کے مجاہدین آپ کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے ، مایوسی کا شکار نہ ہو۔آیئے ہم سب مل کر اس تحریک کو آگے بڑھائیں آپ لوگوں کو جن مشکلات کا سامنا تھا تو ہم نے یہ پختہ عزم اور تہیہ کرلیا ہے،ہم نے قرآن کریم کو اپنے آگے رکھا ہے اور ان شاء اللہ اس قرآن کریم کا نظام نافذ کرنے کیلئے اور اس کی بالادستی کیلئے عزت، مال اور جان کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے ہم اپنے یتیم بیواؤں، شہداء، مظلوم، زخمی اور اسیر مجاہدین کے بارے میں پوچھیں گے ،تمام مجاہدین سے میری یہ درخواست ہے کہ مایوس نہ ہو اور جہاد کی میدانوں سے گوشہ نشین نہ ہو، آیئے ہم سب مل کر اپنے شہداء کا انتقام لیتے ہیں اور ہمارے دشمن کون ہے یہ تو سب ہی کو پتہ ہے جو کہ افواج پاکستان، جمہوری سیاستدان ،مغرب کے پیروکار اور امن لشکر والے ہیں یہ سب ہمارے دشمن ہیں، آیئے ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کرتے ہیں، اور ان سے اپنے شہداء کا بدلہ لیتے ہیں میں ایک بار پھر امیر محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ کا اپنی اور اپنی تنظیم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام مجاہدین کو ایک بار پھر دعوت دیتا ہوں کہ مایوس نہ ہو، جن عوامل کی وجہ سے آپ مایوس ہو ہم ان شاء اللہ ان کا سد باب کریں گے اور ایک نئی صبح طلوع ہوگی ، اللہ ہم سب کا حامی اور مدد گار ہو۔

امیر محترم خالد خراسانی حفظہ اللہ

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ امت مسلمہ کی بقاء کا راز اتحاد و اتفاق میں ہی ہے جب تک مسلمان اور مسلمانوں کے اندر موجود جہادی تحریکات ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق نہ کریں اس وقت تک ہمیں کامیابی ملنا ناممکن ہے ان جہادی تحریکوں میں ایک تحریک طالبان پاکستان ہے جو ۲۰۰۷ء میں معرض وجود میں آئی تھی اس دن سے آج تک اس کو متحد اور متفق رکھنے کیلئے کوششیں کی گئی مگر ابھی تک اس سلسلے میں کامیابی نہیں ملی ہے ہماری جہادی تحریک مسلسل ناکامی سے دوچار ہوئی ہے اور ہمیں کوئی خاص فتح یا کامیابی حاصل نہیں ہوئی، مجاہدین اکثر اندرونی اختلافات کا شکار ہیں، وہ اعمال جو مجاہدین کو زیب نہیں دیتے تحریک میں پائی جاتی ہے اسی تناظر میں ہم نے بہت کوششیں کی ہیں کہ تحریک کے اندر سے موجود متھم امور کا خاتمہ کیا جاسکے یا تحریک کے اندر جو نقصانات ہیں جو نا اتفاقی ہے اور تحریک کا جو موجودہ نظم وضبط ہے جس کی وجہ سے مسلسل نقصانات ہو رہے ہیں اس کے خاتمے کیلئے ہم نے کوششیں کی ہیں، تحریک طالبان پاکستان کے اندر نظم وضبط کا بہت بڑا مسئلہ ہے اس کی بڑی مثال حلقوں کے امراء ہیں جو کہ اپنے حلقے کا بادشاہ ہوتا ہے اور کسی کو ان کے بدلنے کی جرأت واجازت نہیں ،اور نہ اس علاقے کا سسٹم اور طریقہ بدلنے کا کسی کو اختیار ہے ،اور نہ ایسا کیا جاسکتا ہے اسی بنیاد پر ہم نے بڑی کوشش کی تحریک طالبان پاکستان کے عالی شوریٰ اور دیگر قائدین کو ہم نے امارت اسلامی افغانستان کا نظم پیش کیا سب کو یہ بات باور کرائی گئی جب تک امارت اسلامی افغانستان کا نظم جو کہ ہمارے قائدین اور ہمارے لئے قابل تقلید ہے کا نظم پاکستان میں پاکستان کے مجاہدین میں رائج نہیں ہوتا ،اس وقت تک ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی ،ان میں جو فوائد ہیں وہ میں وقت کی کمی کی وجہ سے پورے تو بیان نہیں کرسکتا مگر ان میں سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو اختلافات مجاہدین یا حلقوں کے اندر ہیں وہ بیک وقت ختم ہوسکتے ہیں کیونکہ وہاں جماعتوں میں مجاہدین کی تقسیم ہے اگر کسی کا ایک جماعت سے اختلافات ہوتا ہے اور وہ دوسرے گروپ میں جاتا ہے تو اس سے مجاہدین کے اندر کوئی بڑا اختلاف یا جنگ نہیں آسکتی جیسا کہ امارت اسلامی کی مثال ہمارے سامنے ہے، اس کیلئے ہم نے کافی کوششیں کی ۔یہ بات کسی سے چھپی نہیں کہ مختلف اوقات میں تحریک سے کئی گروپ الگ ہو چکے ہیں یہ تحریک کے نظم وضبط کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے کرم ایجنسی ،حلقہ محسود اور احرار الہند جیسے بڑی مثالیں ہمارے سامنے ہیں احرار الہند کے جانے کے بعد ہم نے کوششیں کی کہ امارت اسلامی والا نظم تحریک کے اندر رائج کردے چونکہ ہم اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو ہم نے آپس کی لڑائیوں سے بچنے کیلئے ایک ایسی جماعت اور نظم کے بارے میں مفید فیصلہ کیا کہ جس سے تمام مجاہدین اس میں شامل ہوجائیں اور ہم اس پروگرام کے ذریعے تحریک طالبان پاکستان کی نظم اور غلطیوں کی اصلاح کریں تو ہم نے احرار الہند جس کا امیر قاسم خراسانی صاحب ہیں کے ساتھ تحریک طالبان پاکستان مہمند ایجنسی اور ہم سے مربوط تحریک طالبان خیبر ایجنسی اور تحریک طالبان ضلع چارسدہ نے ان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا ہے اس طرح اورکزئی ایجنسی کے مجاہدین مولانا حیدر منصور صاحب کی سربراہی میں اور باجوڑ ایجنسی کے مجاہدین مولانا عبد اللہ کی سربراہی میں ان کے

جماعت کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا اور اس طرح اس جماعت کو ہم نے تحریک طالبان پاکستان (جماعت الاحرار) کا نام دیا اور مستقبل میں ہمارا یہی عزم ہے کہ ہم مجاہدین کے ساتھ کبھی بھی تصادم کی راہ نہیں اپنانا چاہتے اور یہ بھی ہمارا عزم ہے کہ جو مجاہدین نظم وضبط کے نہ ہونے کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہیں یا دیگر مسائل اور غلطیوں کی وجہ سے مایوس ہوگئے ہیں ان کیلئے ہم ایک ایسی سہولت اور راستہ فراہم کرنا چاہتے ہیں جس سے ہم جہاد کے سفر کو آگے بڑھا سکے، میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم تحریک میں شامل ہیں اور تحریک سے الگ نہیں ہوئے ہیں، اور ہم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے امارت میں امارت اسلامی کے طرز پر پاکستان کے اندر جہاد کرنا چاہتے ہیں ہم پاکستان کے تمام مجاہدین چاہے وہ تحریک طالبان پاکستان میں ہیں یا تحریک طالبان سے باہر ہیں، کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ امارت اسلامی طرز کے اس نظم میں شامل ہو اور ہمارا ساتھ دے میں اس بات کی وضاحت امیر محترم کی وضاحت سے پہلے کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ہمارے اوپر کسی قسم کا الزام لگائے یا کوئی پروپیگنڈہ ہوتا ہے میں تمام مجاہدین کو خواہ وہ نظم کے اندر ہوں یا نظم سے باہر ہیں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی غلطیوں کی نشاندہی کریں میں تمام ساتھیوں کی طرف سے یہ ضمانت دیتا ہوں کہ ہم ہر کسی کے ساتھ ہر وقت ہر مقام پر شریعت اسلامی کی عدالت اور محکمے کے لیے تیار ہیں یہ بات اٹل ہے کہ کوئی ہمارے اوپر کوئی الزام لگائے یا کوئی اشکال ہو تو ہم ان کو مطمئن کرنے کیلئے تیار ہیں اور اطمینان نہ دلانے کی صورت میں ہم غلطی تسلیم کر کے اس کی اصلاح کریں گے اور ہم ہر دعویدار کے دعوے پر شریعت اسلامی کیلئے تیار ہیں۔

ان شاءاللہ

قاری شکیل احمد حقانی حفظہ اللہ

محترم مسلمان اور مجاہدین بھائیو! چند سال پہلے یعنی ۲۰۰۷ء میں پاکستان کے مخلص مجاہدین نے یہ عزم کیا کہ اس ملک میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قانون اور شریعت نافذ ہو جائے، جس کیلئے ان مجاہدین نے تحریک طالبان پاکستان کے نام سے ایک اتحاد قائم کیا۔ بہت سے لوگوں خصوصاً مخلص مسلمانوں کی یہ امیدیں تھی کہ اس پلیٹ فارم سے ہم شریعت کا نفاذ کر سکیں گے، جس کیلئے مختلف ساتھیوں نے مختلف اوقات میں قربانیاں دی بلکہ قربانیوں کی انتہا تک پہنچ گئے، ہزاروں ساتھی شہید جبکہ سینکڑوں مجاہدین نے فدائی عملیات کر لئے، انہوں نے کاروائیاں پاکستان کے مختلف شہروں میں سرانجام دی، لیکن تحریک کے حالات کا ہم نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہم آگے کے بجائے پیچھے کی طرف جا رہے تھے، ترقی کی بجائے ہم تنزل کی طرف چلے گئے اور دن بدن ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کی بڑی وجہ تحریک میں نظم وضبط کا نہ ہونا ہے تحریک کا ڈھانچہ ایسا بنایا گیا جس سے ساتھیوں کی قربانیاں رائیگاں جانے لگی ،مجاہدین کی قربانیاں بار آور ثابت نہیں ہو رہی تھی اس کے ازالے کیلئے مخلص مجاہدین نے کوششیں شروع کی جس میں امیر محترم خالد خراسانی صاحب نمایاں ہیں وہ چاہتے تھے کہ تحریک ایک منظم تحریک کا روپ دھارے کچھ اور ساتھیوں جنہوں نے محنتیں کی وہ یہاں موجود ہیں ان کی بھی یہی کوشش تھی کہ ہمارا یہ نظام یعنی تحریک کا نظام فعال بنایا جا سکے اور ہم اپنے مقصد میں یعنی شریعت اسلامی کی نفاذ کا مقصد ہم حاصل کرلے مگر یہ تمام کوششیں بے سود رہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں تحریک کی قیادت تھی وہ کچھ ذاتی اور شخصی اغراض کا شکار ہوگئے، ان ذاتی اغراض کی وجہ سے انہوں نے مفید مشوروں اور منصوبوں کو ٹھکرا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک کے اندر لڑائیاں شروع ہوگئی، اور مجاہدین نے اپنے ساتھیوں کا خون بہانا شروع کر دیا اور تحریک دن بدن تقسیم کا شکار ہوگئی اور بہت سارے گروپ اور مجموعات تحریک سے علیحدہ ہوگے جس میں کرم ایجنسی، حلقہ محسود یعنی مولانا ولی الرحمٰن صاحب کا گروپ اور احرار الہند سمیت دوسرے مجموعات شامل ہیں جس کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ ایک طرف تحریک کے قائدین بات کو سننا اور سمجھنا نہیں چاہتے اور دوسری طرف تحریک کا نظام خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے، بعض مخلص ساتھیوں نے اصلاح کی بھرپور کوششیں کی مگر جب بات نہیں بنی تو پھر انہوں نے ان ساتھیوں کا جن میں اورکزئی ایجنسی، باجوڑ ایجنسی کے مجاہدین، مہمند ایجنسی کے مجاہدین اور احرار الہند کے مجاہدین شامل ہیں، انہوں نے باقاعدہ طور پر ایک جماعت کا اعلان کیا ہے جس کو تحریک طالبان پاکستان (جماعت الاحرار) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس جماعت کا مقصد یہ ہے کہ تحریک کا نظم وضبط امارت اسلامی افغانستان کے طرز پر بنائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مثالی نظم ہے اور سخت حالات میں تجربہ شدہ اور کامیاب نظم ہے اس لئے اسی طرز پر اس جماعت یعنی جماعت الاحرار کا نظم ہوگا ہمارے امیر مولانا قاسم خراسانی صاحب ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں یہ تحریک کے مرکزی قائدین اور بانیوں میں سے ہیں کیوں کہ تحریک کے ابتداء میں اور بنانے میں یہ لوگ شامل ہیں سب سے پہلے تحریک بنانے والوں میں ان ہی لوگوں یعنی قاسم خراسانی صاحب امیر محترم خالد خراسانی صاحب اور مولوی عمر صاحب جن کا تعلق باجوڑ ایجنسی سے ہے ان ہی لوگوں نے اٹھ کر تحریک کے ابتداء کی اور تمام مجاہدین کو اکھٹا کرنے کیلئے تمام قبائلی علاقوں کا دورہ کیا مختلف وفود سے ملاقاتیں کی جس میں میں بھی ان کے ساتھ تھا اس سلسلے میں امیر محترم بیت اللہ محسودؒ، حافظ گل بہادر اور حاجی نذیر سے بات کی گئی ان تمام قبائل سے رابطے کے بعد یہ تحریک وجود میں آئی ان کی محنتیں بار آور ثابت نہیں ہوئی، اب ہم نے مجبوراً ایک نیا نظم ان کی قیادت میں تشکیل دیا ہے ہم تمام مخلص مجاہدین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جماعت الاحرار کے نظم میں شامل ہو کیونکہ یہ انتہائی فعال اور فائدہ مند نظم ہے

محترم مولانا عبداللہ حفظہ اللہ

میرے محترم مسلمان اور مجاہدین بھائیو! ہم یہاں پر ایک بہت اہم مقصد کیلئے جمع ہوئے ہیں تحریک طالبان ایک ایسی تحریک ہے جو کہ ہزاروں شہداء اور فدائیوں کے خون سے قائم ہے اور بہت مدت سے یہ مجاہدین اس تحریک کیلئے قربانیاں دے رہے ہیں بعد میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ مجاہدین کے آپس میں خون ریزی کا خدشہ پیدا ہوا پھر بہت محنت اور کوشش کے بعد امیر محترم صاحب اور شوریٰ کے ارکان نے متفقہ طور پر ایک ایسی تنظیم پیش کی جو کہ امارت اسلامی کے طرز پر تھی اور اس نظم کو عملی طور پر نافذ کرنے کے ساتھ مجاہدین کی قربانیاں محفوظ ہو جائیں گی، ہم نے بھر پور کوشش کے بعد مختلف حلقوں کے ناامید اور مایوس مجاہدین اکٹھے کئے اور تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے نام سے ایک تحریک کا اعلان کیا، یہ تحریک کوشش کرے گی کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جتنی قربانیاں دی گئی تھی وہ ضائع نہ ہو اور مجاہدین کے حوصلے پست نہ ہو ہم تمام مجاہدین کو آگاہ کرتے ہیں کہ ہماری تحریک جماعت الاحرار قرآن وحدیث کے مطابق چلے گی اور اگر ہماری تحریک کے ایک فرد میں قرآن وحدیث کے منافی کوئی عمل پایا جائے تو ہم یہ اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں کہ ایک ادنیٰ مجاہد اٹھ کر اس پر اعتراض کریں کہ آپ کا یہ عمل قرآن وحدیث کے منافی ہے میں باجوڑ ایجنسی کی طرف سے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تحریک طالبان پاکستان (جماعت الاحرار) میں شمولیت کا اعلان کرتا ہوں۔

محترم مولانا حیدری منصور حفظہ اللہ

محترم مجاہدین بھائیو! اس سے پہلے امیر محترم نے سب کچھ تفصیلی بیان کیا، بات کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا کیونکہ وقت کم ہے، بہر حال تحریک طالبان پاکستان کی قربانیوں کا سب لوگوں کو پتہ ہے کہ تحریک طالبان پاکستان کس مقصد کیلئے بنی اور کس نظام کی نفاذ کیلئے انہوں نے قربانیاں دی جن میں امیر محترم بیت اللہ محسودؒ جو اس تحریک کے بانی تھے اسی طرح ان کے بعد امیر محترم حکیم اللہ محسودؒ جو اس تحریک کے دوسرے امیر رہے انہوں نے قربانیاں اس لئے دی اور اپنا خون اس لئے بہایا کہ پاکستان میں اسلامی نظام آجائے لیکن بہر حال تحریک میں کچھ خامیوں کی وجہ سے اور تحریک کے اندر اختلافات پیدا ہونے کی وجہ سے تحریک کا نظم خلط ملط ہو گیا، اسی بنیاد پر مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین بھائی اکٹھے ہو گئے انہوں نے ایک نئی نظم بنانے کی کوشش کی تاکہ شہداء اور فدائیوں کا خون جس مقصد کیلئے بہایا گیا ہے کہ یہاں اسلامی نظام نافذ ہو جائے وہ مقصد فوت ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے اسی مقصد کیلئے یہ مجاہدین ساتھی جمع ہو گئے اور ایک نئی تنظیم بنانے کی تجویز پیش کی جو امارت اسلامی کے طرز پر چلے گی، جب اس نظم کا ہم نے مطالعہ کیا اور جائزہ لیا تو ہم اس بات پر مطمئن ہو گئے کہ جس مقصد کیلئے تحریک طالبان پاکستان کے نوجوانوں کا خون بہا ہے وہ اس نظم کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے پس اس بات سے مطمئن ہونے کے بعد اور کرّم ایجنسی کی طرف سے میں نے مولانا قاسم خراسانی حفظہ اللہ اور جس میں امیر محترم خالد خراسانی صاحب نے اپنے حلقے سمیت شمولیت اختیار کی میں بھی شمولیت کا اعلان کرتا ہوں اور ہم اس تحریک کو آگے بڑھانے میں تحریک طالبان کی نسبت دگنی قربانیاں دیں گے اور کوشش کریں گے تاکہ پہلے جتنی شہادتیں ہوئی ہیں اور ہم نے جتنے نقصانات اور تکالیف اٹھائی ہیں وہ رائیگاں نہ جائے اور وہ مقصد حاصل ہو جائے اور وہ مقصد ہے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: محمد بن قاسمؒ کی فتوحات کا راز

مگر پاکستان کی قانون کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا (۲) قرآن کہتا ہے کہ پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے ۸۰ کورے لگوا دیا جائے لیکن قانون پاکستان کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ (۳) قرآن کہتا ہے کہ شرابی کو ۸۰ کوڑے دیا جائے مگر قانون پاکستان کہتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔ (۴) قرآن کہتا ہے غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کو ۱۰۰ کوڑے لگوائے جائیں اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے لیکن قانون پاکستان میں یہ بالکل حرام ہے اور نہ کسی نے دیکھا ہوگا۔ (۵) قرآن کہتا ہے کہ جان کے بدلے جان، دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے زخم مگر قانون پاکستان کہتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا (۶) قرآن کہتا ہے سود حرام ہے مگر قانون پاکستان نے اس کیلئے باقاعدہ انتظام کیا ہے جو بینکوں کی شکل میں موجود ہے (۷) قرآن کہتا ہے باجہ، ڈول، سرنا شیاطین کی آوازیں ہیں مگر قانون پاکستان نے اس کو فروغ دیا ہے اور اجتماعات وجلوس میں باقاعدہ اس کا انتظام ہوتا ہے۔

عالمِ اسلام نظریاتی جنگ کے حصار میں

قاضی عمر مراد صاحب حفظہ اللہ

گذشتہ مضمون میں ہم نے واضح کیا تھا کہ شیطانی اور دجالی لشکر نے عالم اسلام کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت نظریاتی جنگ کو چند اقسام پر شروع کیا ہے اور یہ کفری نظریاتی جنگ اسلامی ممالک میں کافی کارگر بھی ثابت ہوئی۔ان چند اقسام میں سے پہلی اور اہم قسم استعمار ہے۔دوسرے ملکوں اور خصوصاً اسلامی ممالک کو شیطانی اور دجالی لشکر نے اپنا مستعمرہ بنانے کیلئے ضروری سمجھا کہ پہلے مرحلے میں مطلوبہ ملک میں مغربی تہذیب رائج کرنے کے ساتھ ساتھ عوام الناس کو مغربی تہذیب کا دلدادہ بنایا جائے تاکہ مطلوبہ ملک آسانی سے ظاہری اور معنوی اعتبار سے کفر کے قبضے میں آجائے۔مغربی تہذیب نے ان مسلمانوں پر بہت جلد قابو پالیا جو اپنی اسلامی تعلیمات سے یکسر بے خبر تھے۔ایسے ماحول میں مغربی تہذیب بہت جلد پروان چڑھتی ہے اور یہی ماحول مغربی تہذیب کی نشونما کیلئے سازگار ہوتا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے بقول اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب اور اسلام کے درمیان کشمکش جاری ہے۔

یہ مولانا موصوف ومرحوم کی زمانے کی بات ہے۔اس وقت غالباً مولانا موصوف ومرحوم کے نظر میں کچھ خداشناس اہل علم وبصیرت موجود تھے جو کہ مغربی تہذیب کی خونخوار آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے مگر اب صورت حال یہ ہے کہ مغربی تہذیب نے نام نہاد اسلامی ممالک میں خوب ترقی کرلی ہے البتہ خالص اسلام کے شیدائی مجاہدین اس روئے زمین پر اب بھی موجود ہیں جو کہ دشمنان اسلام کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں۔ان مجاہدین اسلام کو زیر کرنے کیلئے کفر نے ہزار قسم کی جعل سازی، دغابازی اور حیلہ گری سے حملے کیے مگر مجاہدین تھے کہ کفر کے سامنے خندہ پیشانی سے ڈٹ کر اور فراعنہ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑے رہے۔کفر نے ان پہاڑ جیسے حوصلوں والے مجاہدین کو مات دینے کیلئے ڈالروں سے لیکر ڈرون طیاروں اور کروز میزائیل تک استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا مگر کوئی مہلک ہتھیار بھی مجاہدین کے پائے استقلال میں لغزش نہ لاسکا۔

دور حاضر کے صلاح الدین ایوبی، باطل کیلئے سیف بے نیام اور دین اسلام کے مجدد عمر خالد خراسانی ثم المھمندی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسی مغربی تہذیب کے مہلک اثرات کو محسوس کرتے ہوئے اپنے ایک کالم میں لکھا کہ ۸۰۰ھ کے بعد مسلمان مسلسل زوال کی طرف جارہے ہیں۔راسخ العقیدہ مسلمان مسلسل محدود ہوتے رہے، یہاں تک کہ خلافت کا خاتمہ ہوگیا اور اس کے بعد دنیا کے تقریباً تمام مسلم ممالک امریکہ، روس، فرانس اور برطانیہ کے قبضہ میں آگئے (الخ)

جب مجاہدین کی صفوں میں ایسی حق شناس، حد درجہ تک حساس، انتہائی ذہین اور بیدار مغز شخصیت موجود ہو جو تدبیر کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل بھی رکھے تو ایسے میں امید کی جاسکتی ہے کہ مجاہدین کا یہ کارواں منزل مقصود تک پہنچے بغیر رستے سے نہیں بھٹکے گا۔

مغربی تہذیب کے غاصبانہ حربوں میں سرفہرست جمہوری نظام ہے جو ایک طرف تو مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کرتا ہے اور دوسری طرف اسلام کے نظام خلافت کی نفی کرتا ہے۔جمہوری نظام میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کے ذریعے ایک پرسکون اسلامی معاشرے کو درندہ صفت اور بے چین معاشرے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

آئندہ چند سطور میں اسلامی نظام خلافت اور جمہوری نظام حکومت کے تاریخی پس منظر اور اس کے وضع کردہ قوانین کے اسلامی معاشرے پر مضر اثرات کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ نظام خلافت کو تاریخ کے اعتبار سے انسان کے گھڑے ہوئے جمہوری نظام پر بہت فوقیت حاصل ہے۔جب سے انسان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے، اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے نظام خلافت کا انتخاب کیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں :

> ایک مسیحی رہنما گیسٹ سیمون اپنی تصنیف کردہ کتاب **كيف هدمت الخلافه**۔ (ص 190) پر لکھتا ہے کہ یقیناً اسلامی وحدت سارے مسلمانوں کی تمام ضروریات و اہداف پورا کرسکتی ہے اس وجہ سے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو توڑا جائے تاکہ مسلمانوں کے اندر مقابلہ کرنے کی اہلیت نہ ہو۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ ۳۰)

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب (خلفیہ) بنانے والا ہوں۔

یہ ہے نظام خلافت کی تاریخ۔اس نظام کا خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، جبکہ جمہوری نظام کے موجد انسانوں کی شکل میں ابلیس کے کارندے ہیں۔مورخین حضرات نے باوثوق ذرائع سے ثابت کیا ہے کہ جمہوریت کی ابتدا تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل مسیح یونان میں ہوئی۔پہلے مرحلے میں یہ جمہوری نظام، قانون اشرافی یا سرمایہ دارانہ نظام جمہوریت تھا بعد میں دوسرے یونانی فلسفی لائی گرگس نے ۴۲۵ء قبل مسیح میں اشرافی جمہوریت کو اشترا کی جمہوریت میں تبدیل کیا۔

اشرافی جمہوریت کے بنسبت اشترا کی جمہوریت عوام الناس کیلئے قدرے بہتر تھی کیونکہ اشرافی جمہوریت جاگیرداروں اور وڈیروں کی محافظ تھی جبکہ اشترا کی جمہوریت میں عوام الناس کو کہنے اور کرنے کی آزادی ملی۔یہ اس لئے کہ جتنی جلدی ممکن ہو ساری مخلوق کو شیطانی راستوں پر چلنے کی دعوت دی جاسکے۔جمہوری نظام میں یہ شیطانی طاقت موجود ہے کہ اقوام عالم کو مختصر طریقے سے گمراہ کرسکے۔جمہوری نظام کے ماہر یونانی فلسفی افلاطون متوفی ۳۴۷ء قبل مسیح جمہوریت کی تعریف میں اپنی تصنیف کردہ ریپبلک نامی

کتاب میں یوں کرتے ہیں ''لوگوں کا اپنا بنایا ہوا نظام حکومت، لوگوں پر اور لوگوں کیلئے''، اس تعریف سے مراد یہ ہے کہ جمہوری نظام میں سب کچھ لوگوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ جب لوگوں نے اپنے لئے اپنی مرضی سے کسی نظام کا انتخاب کیا تو پھر کوئی بھی فرد اس نظام سے بغاوت کرنے کا حق نہیں رکھتا یعنی جمہوری نظام کے اندر لوگوں کی مرضی کا ہر قسم برداشت موجود ہے صرف خود ساختہ قانون کے خلاف بغاوت قابل برداشت نہیں۔ سولہواں امریکی صدر ابراہام لنکن متوفی ۱۸۶۵ء بھی مذکورہ بالا جمہوریت کی تعریف میں یونانی فلسفی افلاطون کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔ جمہوریت کی مذکورہ تعریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شیطان کے کارندوں نے عوامی اکثریت کو طاقت کا سرچشمہ اور قانون سازی کیلئے بنیادی ستون قرار دے دیا۔ اسی بنیادی ستون کے مدد سے جو بھی اقتدار کی کرسی پر پہنچے گا وہی شخص جمہوری نظام میں مقررہ مدت تک الوہیت کا درجہ رکھتا ہے۔

اسی اکثریت میں تباہی و بربادی کا راز ہے اور اسی اکثریت میں کفار کے بڑے بڑے مقاصد ہیں۔ ان بڑے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کی ناقابل تسخیر طاقت کو تقسیم کیا جائے کیونکہ خلافت اسلامی میں یہ لازمی ہے کہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے اندر رہتے ہوئے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں اور ایک ہی امیر کی جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ جب نظام خلافت اس بنیاد پر قائم ہو جائے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو دنیا میں کوئی طاقت نہ رہی گی جو مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے۔

مسلمانوں کی اسی اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے نیشنلزم یعنی قومیت پرستی کو فروغ دیکر خلافت کے زیر سایہ علاقے کو چھپن (۵۶) ملکوں میں تقسیم کیا گیا جو بھی امت مسلمہ کی ایک حکومت کی رعایا تھی۔ ہر ایک حصے کیلئے سرحدیں مقرر کر دی گئیں اور ان سرحدوں کو پار کرنے کیلئے کچھ شیطانی اور دجالی اصول مقرر کیئے گئے۔ مسلمانوں کو ان سرحدوں کا پابند بنایا گیا تاکہ اگر کسی ملک میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہوں تو دوسرے خطے کی مسلمان اپنی مظلوم بھائیوں کی مدد کیلئے نہ آسکیں۔

اس جمہوری نظام کا دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس کو دین اسلام سے بیزار کیا جائے باری تعالیٰ نے ہم کو اس کفری مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ودو لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء (الآیت):

ترجمہ: یہ کفار اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تم بھی ان کفار جیسے کافر ہو جاؤ ایسے میں تم (مسلمان) بھی ان کفار کی طرح کفر میں برابر ہو جاؤ گے۔

جمہوری نظام میں تقویٰ، عقیدہ، اخلاق حسنہ، دیانت، صداقت اور شریعت کو بالائے طاق رکھنے کے ساتھ ساتھ اہلیت اور قابلیت کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ ہر ایرے غیرے کو حق حاصل ہے کہ سادہ لوح عوام سے جھوٹے وعدے کر کے ووٹ لے اور بڑی کرسی پر پہنچ کر عوام کے مال سے اپنی جیبیں بھرے۔

جمہوری نظام کا تیسرا اور زیادہ خطرناک مقصد یہ ہے کہ جمہوری نظام انسان کو فکری آزادی دے دیتا ہے۔ جب انسان کو فکری آزادی سے نوازا گیا تو پھر مغرب کے پاس اس انسان کو گمراہ کرنے

کیلئے ہر قسم کا زہریلا مواد موجود ہے جسے انسان بخوشی اور رغبت کے ساتھ اپنا لیتا ہے۔ (۱)

چونکہ بات مغربی تہذیب اور اسلامی معاشرے پر اس کے برے اثرات کی چل رہی ہے لہٰذا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ قارئین حضرات کے خدمت میں واضح کیا جائے گا کہ مغربی تہذیب کا یہ مہلک لاوا کہاں سے پھوٹا؟

ظاہر ہے کہ اس میں یونان کا نام سرفہرست ہے کیونکہ یونان ایک قدیم ملک ہونے کے ساتھ ساتھ حکیموں، فلسفیوں، شاعروں اور ادیبوں کی سرزمین ہے۔ یونان کو دنیائے عالم میں بام شہرت تک پہنچانے میں افلاطون، ارسطو، بقراط وسقراط وغیرہ نے بڑا کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ ملک یونان کو اقوام عالم میں دنیا کا استاد تسلیم کیا گیا مگر اس علم و ہنر کے باوجود اہل یونان کے فلسفیوں نے ہر قدم پر ٹھوکر کھائی۔ انہوں نے خدا کی طرف ایسی کمزوریاں منسوب کیں جن کو ایک شریف انسان قبول نہیں کر سکتا اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کا اثر انسان کے دل و دماغ پر باقی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک تسلیم کرنے کے بجائے لوگوں کو فرضی دیوتاؤں سے مربوط کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یونان اخلاقی و مذہبی زندگی بالکل بے روح اور مردہ ہو کر رہ گئی۔ خدا تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہا اور دیوتا اور دیویوں کے عشق و محبت کے قصوں نے پوری ماحول کو شہوانی بنا دیا۔ علوم فلسفہ نے ہر گناہ اور حرامکاری کو جواز فراہم کیا اور عصمت فروشی کی حمایت کی گئی۔ مغربی تہذیب نے دوستی اور ہمدردی کے آڑ میں اہل اسلام کو بھی اسی دلدل میں پھنسانے کیلئے اسلامی ممالک کے طرف اپنا رخ موڑ دیا۔ چنانچہ ۱۹۸ھ میں عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں جبرائیل بختشوع نامی ایک شخص یونان سے آیا۔ اپنی چالاکی اور چرب زبانی کی بدولت اس نے خلیفہ مامون رشید کے ہاں اپنے لئے اہم مقام حاصل کر لیا اور خلیفہ نے اس کو اپنا خصوصی مشیر مقرر کر دیا۔ ایک دن خلیفہ مامون الرشید سے علم فلسفہ کے متعلق ذکر کیا۔ چونکہ خلیفہ پہلے سے جبرئیل بختشوع سے متاثر تھا اس لئے علم فلسفہ کا نام سنتے ہی خلیفہ نے بڑی بے تابی سے ایسی کتابوں کے حصول کی خواہش ظاہر کی۔ جبرئیل بختشوع نے لوہا گرم دیکھتے ہی فوراً خلیفہ کی رہنمائی کی اور علم کے فلسفہ کی کتابیں یونان سے منگوائی گئیں۔ نتیجتاً مسلمانوں میں ایسی نئی اصطلاحات ایجاد ہوئیں جن کا رواج پہلے مسلمانوں میں نہیں تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے درمیان قدیم وحادث، عرض وجوہر، لاہوت، ناسوت، ہیولیٰ وغیرہ اصطلاحات متعارف ہوئیں۔ نتیجہ اس پر منطبق ہوا کہ عالم اسلام میں اختلافات کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جان لگے۔ کفار کا یہی اصل مقصد ہے کہ مسلمانوں کو باہمی اختلافات کے ذریعے کمزور کرے کیونکہ کفار کو جو بڑا خطرہ درپیش ہے وہ مسلمانوں کی باہمی اتحاد ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی باہمی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کیلئے مذکورہ بالا حربہ تیر بہدف ثابت ہوا۔ اس وجہ سے مغربی کفری ممالک کی یہ اولین ترجیح ہے کہ پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مخالف بنا کر اپنے لئے شیطانی راستے صاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس ضرورت کو دیکھ کر ایک مسیحی رہنما گسٹ سیمون اپنی تصنیف کردہ کتاب (کیف ھدمت الخلافہ ص ۱۹۰) میں لکھتا ہے کہ ''یقیناً اسلامی وحدت سارے مسلمانوں کے تمام ضروریات واہداف پورا کر سکتی ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں کی باہمی اتحاد کو توڑا جائے تاکہ مسلمانوں کے اندر مقابلہ کرنے کی اہلیت نہ ہو۔'' اسی طرح خلیفہ مامون الرشید کا دوسرا خصوصی معاون اور مشاور حنین ابن اسحاق تھا جس نے خلیفہ کیلئے مشہور یونانی فلسفی بقراط کی تصنیف کردہ کتب کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان کتابوں کا مطالعہ کر کے مسلمانوں میں عقیدوی اختلافات نے ایک وبا کی شکل اختیار کر لی۔ متکلمین اور علم الکلام کے نام پر صحیح اسلامی عقائد کے مقابلے میں ایک فتنہ برپا ہوا اور فرقہ باطلہ معتزلہ، جہمیہ اور مختلف بدعات ورسومات کے حامل فرقے وجود میں آئے۔

(جاری ہے)

دہشت گرد کون؟

مولانا ابوعمر صاحب

عرصہ دراز سے یہ بات گشت کررہی تھی کہ درہ شونکڑی پر امریکا کاروائی کریگا۔ہم اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ یہ وقت آ گیا جس کا ہم کو انتظار تھا۔ بارہ جون ۲۰۱۴ء بروز جمعرات صبح تقریباً طلوع فجر سے پہلے ڈرون طیارہ فضا میں اڑان بھر رہا تھا۔ہم سوچ رہے تھے کہ یہ بھی معمول کی پرواز ہوگی کیونکہ اس علاقے میں ہر روز کبھی ڈرون اور کبھی جاسوس طیارہ پرواز کرتا رہتا تھا۔لیکن جب ہم فجر کی نماز سے فارغ ہوکر گھر لوٹے ہی تھے کہ ایک منادی کرنے والے نے آواز لگائی کہ امریکی آ گئے ہیں (چہ انگریزان راغلی دی) نیٹو افواج جن کو ملی اردو، سرحدی پولیس اور امریکا کے غلامان خاص اربکیوں کی مدد حاصل تھی ، ہمارے گھروں کے اوپر چڑھ گئے اور تمام راستے پر جابجا کچھ مزدور فوجیوں (اربکی) کو پہرے کیلئے چھوڑ دیا۔ انکا زعم باطل تھا کہ ہم شونکڑی جا کر طالبان کو صفحہ ہستی سے مٹادیں گے۔لیکن وہ شاید اس سے بے خبر تھے کہ رب موسیٰ وہارون جس کو چاہتا ہے مٹادیتا ہے جیسے کہ فرعون جابر کو صفحہ ہستی سے مٹادیا اور موسیٰ وہارون کو تا قیامت زندہ رکھا۔یہی حال انکا بھی رہا کہ بھرپور افرادی قوت اور طیاروں کے مدد ہونے کے باوجود ناکام ونامراد ہوکر راہ فرار اختیار کر گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو عملاً دکھایا، کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرةً (الآیۃ) بہت مرتبہ تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ گئی۔صادق مصدوق ﷺ کا یہ فرمان بھی سچ ثابت ہوا کہ اگر تمام دنیا جمع ہوجائے اور کسی کو ضرر پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو مخلوق کچھ نہیں کرسکتی اور اگر ساری مخلوق جمع ہوجائے اور کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو مخلوق کچھ نہیں کرسکتی (یہ حدیث کا مفہوم ہے)۔ مٹھی بھر مجاہدین کے مقابلے میں انہوں نے سینکڑوں افراد، گاڑیوں اور جہازوں کا استعمال کیا لیکن اللہ پاک مسلمانوں کو فتح سے نوازتا ہے کیونکہ (الاسلام يعلو ولا يعلىٰ عليه) بشرطیکہ ایمان پکا ہو اور اعمال کی پابندی ہو تو فتح اور شکست کا راز اعمال میں ہے۔ میری تمام مجاہدین بھائیوں سے گزارش ہے کہ نیت صاف رکھیں اور اعمال کے پابندی کریں۔میں عرض کررہا تھا کہ درہ شونکڑی پر نیٹو افواج نے بھرپور طاقت سے کاروائی کی جس کے مقابلہ کیلئے تقریباً زیادہ سے زیادہ بیس (۲۰) سربکف مجاہدین اترے۔ان کے پاس راکٹ لانچر، پیکا اور کلاشنکوف کے علاوہ کچھ بھاری اسلحہ نہیں تھا۔مجاہدین کی جوابی کاوائی سے نیٹو افواج نے بھاگنے کا راستہ اختیار کرلیا۔خاص کر اربکی ایسے بھاگ رہے تھے جیسے گدھا بدک رہا ہو۔ رینجر گاڑیاں پتھروں کے ساتھ ٹکرا گئیں تو پیچھے سے تمام نیٹو کے زمینی اور فضائی افواج حرکت میں آ گئیں۔دوبارہ انہوں نے فائرنگ کا آغاز کردیا لیکن یہ بھی کارگر ثابت نہیں ہوا۔بالآخر ان کے مقدر میں جو لکھا تھا وہی ہوگیا۔ایک رپورٹ کے مطابق مجاہدین کے ہاتھوں تین غیر ملکی واصل جہنم ، تین زخمی اور ان کے علاوہ چھ سات مقامی اربکی زخمی ہوگئے ۔ایک گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی جس کے پرزے راقم نے خود دیکھے ۔دشمن کی طاقت کا اندازہ یوں تھا کہ زمینی راستے سے ۳۰ یا ۳۵ گاڑیاں آئیں جبکہ فضا میں انہوں نے سات قسم کے طیارے استعمال کیے جو کل ملا کر دس جہاز تھے۔ بیک وقت کبھی فضا میں پانچ جہاز اڑ رہے تھے اور ان کے شور کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی بات بھی صحیح نہیں سن پاتے تھے۔ ڈرون اور B52 کے علاوہ ۸ طیاروں کو بے دریغ استعمال کیا اور انہوں نے اپنے بس کے مطابق بمباری کی ۔کنڑ سے توپ خانہ بھی اپنا زور لگاتا رہا۔ پورے درے میں غبار کا بادل چھایا ہوا تھا۔اتنی گولہ باری کے باوجود بھی صرف تین سرفروشوں کو معمولی زخم آئے جو خطرہ سے باہر تھے۔دشمن کے مُردوں اور زخمیوں کیلئے جب ایمبولینس ہیلی کاپٹر آیا تو ایک مجاہد نے راکٹ فائر کیا جس کی وجہ سے وہ جہاز دیر تک نہیں بیٹھ سکا۔ پھر دوسرا ہیلی کاپٹر آیا جس کے نگرانی فضا سے مکمل طور پر کی جاتی رہی۔

انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار، دہشت گرد امریکہ نے عوام کا نقصان کیا اس کے ساتھ افغان حکومت کا بھی نقصان کیا۔عوام میں ایک خاتون ایک مرد زخمی ہوئے مرد کی حالت تشویش ناک بتائی جاتی ہے ۔ایک ٹریکٹر تھریشر سمیت فصل کو بھی راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کیا اور افغان ٹیلی کام کے ایک بوسٹر کو بھی نقصان پہنچایا۔قارئین کرام آپ فیصلہ خود کریں کہ دہشت گرد کون ہے امریکہ اور اس کے حواری یا امۃ مسلمہ؟ امریکہ ہی ہے جس نے اپنے سر پر انسانی حقوق کا بیڑا اٹھایا ہے اور ببانگ دہل یہ کہہ رہا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور یہ انسانی حقوق کی پاسداری نہیں کرتے۔لیکن جو کچھ امریکہ مسلمانوں کے بارے میں کہہ رہا ہے اسی کا یہ خود مرتکب ہورہا ہے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے عوام کا جانی و مالی نقصان کیا ہے۔

جب حالات معمول پر آ گئے تو معلومات حاصل کی گئیں۔ پتہ لگا کہ مٹھی بھر مجاہدین نے سینکڑوں کا مقابلہ کیا تو بے اختیار مرے زبان پر آیا

خلق اللہ رجالاً للحروب ــــ ورجالاً القصعۃ وثرید

دبارودی لمبی دی رضا دجانان ــــ ناٹوگئی ڑنگوم دصفحے دجہاں

☆☆☆☆☆☆

تحریک طالبان سے تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار تک

مولانا خالد سیف اللہ صاحب

جو کچھ سال پہلے ہونا چاہئے تھا وہی ہوا، وہی اعلان ہوا جس کا ہونا ایک نوشتہ دیوار تھا، وہی ہوا جس کا ہونا انتہائی ضروری تھا، وہی ہوا جس کے نہ ہونے کی صورت میں ہم اپنے شہداء کے ساتھ جفا، غدر اور بے وفائی کے مجرم ٹھہرتے، اگر یہ نہ ہوتا تو جہاد پاکستان درجہ سقوط تک جا پہنچتا، وہی ہوا جس کی جہادِ پاکستان کو ضرورت تھی، جی ہاں! یہ فیصلہ تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کا قیام ہے۔ پاکستان کے قبائلی علاقے پورے عالمِ اسلام میں ایک امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ جب پورے عالمِ اسلام میں جہاد ایک شجرہ ممنوعہ قرار دیا گیا اور مسلم معاشرے سے جہاد کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی گئی اور مسلمان ریاستی جبر وتشدد کے سامنے اپنے دین سے انحراف اور ارتداد اختیار کرنے لگے تو ایسے مشکل حالات میں بھی ان قبائل نے علمِ جہاد بلند کیا۔ یہاں مجاہدین آتے اور منظّم ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے۔ چاہے وہ انگریز کا دور تھا جس کے خلاف حاجی صاحب ترنگزئی اور فقیر ایپی رحمہ اللہ نے علمِ جہاد کیا یا وہ روسی ظلم وستم کا تاریک دور ہو، بہر حال ان قبائل نے کبھی جہاد کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ اسی طرح اس آخری دور میں جب بیک وقت پورے عالمِ اسلام میں جہاد کا آغاز ہوا، چاہے وہ عراق، یمن، صومالیہ، شام یا افغانستان ہوں، ان قبائل کے عزم وحوصلہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ہر ملک میں حریت اور اسلام کے علمبردار یہیں سے تربیت لیکر پوری دنیا میں چھا گئے۔ وہ مجاہدین جنہیں پہلے اپنی دفاع کے لئے اسلحہ اور جائے پناہ میسر نہیں تھی، آج وہ الحمدللہ اپنے اپنے ممالک ایک مضبوط قوت اور طاقت کے حامل ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں اسلامی نظام نافذ کر رہے ہیں۔ ہر گزرتے دن کیساتھ انکی قوت وطاقت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ اب جدید قسم کے میزائل اور طیاروں کے مالک ہیں۔ انہی علاقوں میں بیٹھ کر امارت اسلامی افغانستان کے مجاہدین کہاں سے کہاں پہنچے۔ آج دنیا ان کی منتیں کر رہی ہے کہ ان کے ساتھ مذاکرات کے لئے بیٹھیں لیکن وہ ہر کفریہ طاقت کی پیشکش کو آزادانہ ٹھکرا رہے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اگر ہم دیکھیں تو قبائلی علاقوں سے اُٹھنے والی تحریک آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے کی جانب جا رہی تھی، مزید پھیلنے کے بجائے گھٹ رہی تھی، طاقتور ہونے کی بجائے کمزور ہو رہی تھی اور مالی مشکلات سے نکلنے کے بجائے مزید اقتصادی مسائل سے دوچار ہو رہی تھی۔ جن علاقوں میں مجاہدین کی عملداری تھی وہ ایک ایک کر کے ہاتھ سے نکل رہے تھے۔ جو افرادی قوت پہلے حاصل تھی وہ رفتہ رفتہ ختم ہوگئی۔ جبکہ دشمن کمزور ہونے کے بجائے اور بدمست ہو رہا تھا۔ ہم مذاکرات کی دعوت دے رہے تھے لیکن وہ جواب میں ہمارے قیدیوں کو شہید کر رہا تھا۔ تحریک میں نظم وضبط کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ ایک انتشارِ مسلسل تھا جو رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ساتھی بار بار مطالبہ کرتے کہ ہمیں دشمن کے خلاف حملوں کے لئے روانہ کرو لیکن تحریک اس قابل نہ تھی کہ وہ ان کے مصارف پورا کرتی۔

سوال یہ ہے کہ تحریک طالبان پاکستان اور دیگر جماعتوں کے مجاہدین میں اتنا تفاوت کیوں ہے۔ حالانکہ تحریک کے ساتھیوں کو وہ تمام وسائل بحظ وافر مہیا تھیں جو دیگر مجاہدین کے پاس موجود ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ علاقہ ان لوگوں کا مسکن ہے جو جہاد کے شیدائی ہیں اور یہاں کا علاقہ قدرتی طور پر جنگ کے لیے موزوں سمجھا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دوسرے ہر علاقے کی نسبت یہاں جہادی تحریک چلانا ایک آسان کام تھا اور اس علاقے میں جہادی تحریکوں کی کامیابی کے امکانات کافی زیادہ تھے۔ تو پھر ہم پستی کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب شاید ان لوگوں کے لئے تو مشکل ہو جو تحریک کی صفوں میں شامل نہیں لیکن جن لوگوں نے تحریک کے اندرونی حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ بہت جلد اس سوال کا جواب سمجھ جائیں گے۔

وہ واحد نکتہ جسے ہم تحریک کی ناکامی اور مسلسل پستی میں جانے کا سبب سمجھتے ہیں وہ ہے ایک کمزور مرکز، ایک غیر وفاقی نظام اور کمزور قیادت! یہاں ہمیشہ نظام کے بجائے شخصیات اور افراد کو ترجیح دی جاتی تھی۔ یہاں ہمیشہ میرٹ کا قتل ہوتا، نظام کو قوت دینے کے بجائے افراد کو قوت دینے کی کوشش کی گئی۔ انہی امور سے ہمارا مرکز کمزور سے کمزور تر اور حلقوں پر اس کا اثر کم سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ آج کی ہمہ جہت دنیا میں امیر سے امیر تر ملک اپنے وسائل میں خود کفیل نہیں ہو سکتا بلکہ اقتصادی، عسکری، تجارتی اور انتظامی معاملات میں دوسرے ممالک سے تعاون طلب کیا جاتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ تحریک کا ایک حلقہ دوسرے حلقے کے تعاون کا محتاج نہ ہو۔ ہر حلقہ دوسرے حلقے کا جنگی، مالی اور افرادی قوت کے اعتبار سے محتاج تھا لیکن آپس میں ربط اور ارتباط نہ ہونے کی وجہ سے تعاون کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ حلقوں کے درمیان رابطہ ایک مدبر، حساس اور باصلاحیت قیادت کی موجودگی میں ہی ہو سکتا ہے جس سے بدقسمتی سے ہم محروم تھے۔ افسوس کہ وہ لوگ جن میں قیادت کی صفات موجود تھیں اور وہ تحریک کو ایک مرکز اور ایک وفاق پر جمع کر سکتے تھے، وہ تحریک کے اتحاد واتفاق کی خاطر اس حد تک چلے گئے جس کا بزعم خویش قائدین آج بھی تصور نہیں کر سکتے۔ لیکن متاسفانہ ان کوششوں کی راہ میں کچھ شخصیات رکاوٹ بن گئیں، جو اپنی انا کی خاطر کسی ایسے شخص کو آگے نہیں آنے دیتی تھیں جو ان کی خواہشات اور مرضی کے خلاف ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ اصلاحِ احوال کی کئی سال پر محیط کوششیں بار آور ثابت نہ ہوئیں، کیونکہ ذاتی مفاد کو نظام اور قابلیت پر ترجیح دی گئی۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ تحریک ایک عظیم بحران اور سقوط کا شکار ہوگئی۔ اربابِ اختیار نے نہ تو خود اس بحران سے نکلنے کا سوچا کیونکہ ان میں اس بات کی صلاحیت ہی نہ تھی اور نہ اُن لوگوں کو موقع دیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ بلکہ الٹا ان کی راہ میں مشکلات پیدا کی گئیں۔

ان مذکورہ بالا حالات میں تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے قیام کا اعلان کیا گیا، یہ اقدام صرف چند افراد کی جانب سے نہیں بلکہ تحریک طالبان پاکستان کے اسی فیصد ساتھی اس کی پشت پر کھڑے ہیں اور ان کی باضابطہ تائید ونصرت کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔ جن لوگوں نے تحریک میں رہ کر کام کیا ہے اور وہ لوگ جو جہاد پاکستان کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں اور جو حضرات جو پاکستان میں کسی نہ کسی صورت میں مصروف جہاد ہیں، ان تمام حضرات کیلئے جماعت الاحرار کی نظم ایک عظیم خوشخبری سے کم نہیں۔ جماعت الاحرار، جہاد پاکستان کو نئے سرے سے منظّم کرنے اور اس میں نئی روح پھونکنے کا ایک نادر موقع ہے۔ یہ فیصلہ نہ تو پشاور اور اسلام آباد میں ہوا ہے اور نہ یہ مشاورت کابل یا تہران میں ہوئی، بلکہ یہ اعلان اس علاقے میں ہوا ہے جہاں ایک طرف ناپاک فوج کی طرف سے وحشیانہ اور بے رحم بمباری جاری ہے تو دوسری طرف اس علاقے میں امریکی ڈرون طیارے شب وروز اپنے ہدف کے تعاقب میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ یہ فیصلہ ہمارا ایک دینی فریضہ تھا جس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ جو ہمیں نظر آ رہا تھا اور جو ہم سمجھ رہے تھے اس کے تناظر میں ہم پر لازم تھا کہ تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کا اعلان کر دیں۔

صلوٰات خمسہ اور ہم

مولانا ابو عمر صاحب

اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات کو پیدا کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہیں جیسے اللہ نے اپنے کلام مبارکہ میں فرمایا ہے﴿ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ ترجمہ: اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اُس کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

ان ہی مخلوقات میں سے اشرف المخلوقات انسان بھی ہے اور انسان کے ساتھ ساتھ جنات بھی ہیں۔ان دونوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ()مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾ ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ایک اور جگہ ارشاد ہے﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا﴾ ترجمہ: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق جل شانہ کی تمام مخلوقات اللہ کی عبادت کرتی ہیں لیکن کسی کو ہم سمجھتے ہیں اور کسی کو نہیں۔

ان ہی عبادات میں سے ایک اہم عبادت نماز ہے۔یہاں میں بتاتا چلوں کہ نماز جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر اور ان کی امت پر فرض کی گئی اسی طرح پہلے انبیاءؑ پر بھی فرض تھی جیسا کہ بعض حضرات مفسرین نے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں اور پھر یہ مستقل ہو گئیں۔حضرت آدمؑ اور ابراہیم علیہ السلام نے زوال کے بعد، یونس علیہ السلام نے عصر، عیسیٰ علیہ السلام نے مغرب اور موسیٰ علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔ان انبیاءؑ نے شکرانہ یہ نمازیں پڑھیں اور پھر یہ فرض کی گئیں۔اس کو اختصار کے ساتھ تفسیری حقی ج ۷ ص ۱۶۸ اور تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۹۸ سے لیا گیا ہے اس طرح رسول اللہ ﷺ پر بعض روایات کے مطابق پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے ابتدا بعثت سے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں عصر کی جیسا کہ اقم الصلوۃ طرفی النھار ترجمہ: اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں میں یعنی صبح اور شام، میں اس کی طرف اشارہ ہے۔مقاتل بن سلیمان سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداءاسلام میں دو رکعتیں صبح کی اور دو شام کی فرض کیں اور پھر پانچ نمازیں شب معراج میں فرض کیں۔یہ رائے بعض علماء کی ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر ان پانچ نمازوں سے پہلے صلوٰۃ الیل کے علاوہ کوئی نماز فرض نہ تھی اور آپ ﷺ جس قدر چاہتے پڑھتے۔بہر حال آپ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں جو کہ دراصل پچاس نمازیں تھیں، جس کو کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

نماز کی فرضیت

نماز کی فرضیت شب معراج کے دوران ہوئی۔معراج کب ہوئی؟اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔پھر اختلاف اس میں ہے کہ ہجرت سے کتنی مدت پہلے معراج ہوئی؟اس بارے میں تقریباً دس (۱۰) اقوال ذکر کئے جاتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) ہجرت سے چھ ماہ قبل (۲) ہجرت سے آٹھ مہینہ بشتر (۳) ہجرت سے گیارہ ماہ قبل ایک قول میں پانچ سال بھی آیا ہے لیکن علامہ محمد ادریس کالندھلویؒ اپنی تصنیف سیرۃ مصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ ان تمام معلومات سے نتیجہ یہ نکلا کہ معراج ۱۰ نبوی کے بعد ۱۱ ھ میں نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی (ج ا ص ۶۷۹)۔رہی یہ بات کہ کس مہینہ میں معراج ہوئی تو علامہ کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ راجح قول رجب کا مہینہ ہے۔انہوں نے اس میں پانچ اقوال ذکر کئے ہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ ۱۱ نبوی میں ہجرت سے کچھ پہلے نماز کی فرضیت ہوئی۔جب آپ ﷺ نے عالم بالا کا سیر کیا تو آپ ﷺ کو خاص خاص احکامات اور ہدایات حق جل شانہ نے دیئے۔سب سے اہم حکم یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔جب آپ ﷺ نے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل پر تجربہ کر چکا ہوں، آپ کی امت کمزور اور ضعیف ہے اور وہ اس فریضہ کو انجام نہیں دے سکتی اس لئے آپ اپنے پروردگار کی طرف واپس چلے جائیں اور ان سے تخفیف کی درخواست کریں۔آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو پانچ نمازیں کم کردی گئیں تو حضور پر نور ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت کلیم اللہؑ نے پھر پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں کم ہوئی ہیں حضرت کلیم اللہؑ نے وہی پہلی بات کہی کہ آپ ﷺ کی امت کمزور ہے۔آپ ﷺ بار بار تشریف لے جاتے رہے اور ہر بار پانچ نمازیں کم کردی جاتی حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مزید کم کرنے کی درخواست سے مجھے شرم آتی ہے۔جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے روانہ ہوئے تو غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ پانچ ہیں مگر پچاس کے برابر ہیں یعنی ثواب میں پچاس ہے۔بحوالہ سیرۃ مصطفیٰ علامہ محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ۔

محترم قارئین! دیکھیے اللہ جل شانہ کا کتنا فضل اور احسان ہے کہ ہم دن رات میں فقط پانچ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

(ان پانچ اوقات میں حکمت)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہی پانچ اوقات ہی ان نمازوں کیلئے کیوں متعین کئے گئے اس بارے میں عرض ہے کہ ان اوقات کو اس لئے خاص کیا گیا کہ ان اوقات میں اللہ کی نئی نئی نعمتوں کی آمد ہوتی ہے۔چنانچہ فجر کے وقت سو کر بیدار ہونا ایسا ہے جیسے موت کے بعد زندہ ہونا اور زندگی اللہ کی ایسی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا ضروری ہے۔لہٰذا اس نعمت پر اللہ کا شکرادا کرنے کیلئے فجر کی نماز فرض کی گئی۔پھر فجر کی نماز کے بعد انسان معاش حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے پس نصف النہار تک مصروف رہ کر جب معیشت کے اسباب یعنی کھانے پینے کی چیزیں حاصل کر چکتا ہے تو ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کیلئے ظہر کی نماز فرض کردی گئی۔پھر چونکہ ظہر کے بعد اکثر لوگوں کی عادت سونے اور آرام کرنے کی ہوتی ہے تو اس لئے اس عرصہ میں ذکر اللہ سے جو غفلت پائی جاتی ہے اس کی تلافی کیلئے عصر کی نماز فرض کی گئی۔پھر جب آفتاب غروب ہوا اور دن کی نعمتیں مکمل ہو گئیں تو ان پر شکر ادا کرنے کیلئے مغرب کی نماز فرض کی گئی، پھر جب آدمی سونے کا ارادہ کرتا ہے تو حسن خاتمہ کے طور پر عشاء کی نماز فرض کی گئی کیونکہ عشاء

کی نماز کی بعد سونا ایسا ہے جیسے ایمان وطاعت پر موت آنا۔ یہی حکمت ان پانچوں وقتوں میں ہے۔ جب پانچ وقت کی نماز ہم پر فرض کی گئی تو ان پانچ وقتوں کے پابندی بھی لازمی ہے کہ ہم ان اوقات کے پابندی کر کے نماز کو بروقت ادا کریں اور سستی وکاہلی کا ثبوت نہ دیں کیونکہ سستی اور کاہلی منافق کی صفت ہے۔ جو نمازوں میں سستی کرتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ **فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون** ، ترجمہ: ان نمازیوں کیلئے افسوس (ہلاکت) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے حدیث ملاحظہ ہو: **عن ابی قتادۃ ابن بن ربعیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تبارک وتعالیٰ انّی افترضتُ علیٰ ملک خمس صلوات وعھدتُ عندی عھد آ انّہ من حافظ علیھنّ لوقتھن ادخل الجنّۃفی عھدی ومن لم یحافظ علیھنّ فلا عھد لہ عندی کذافی الدر منثور بروایۃ ابی داود وابن ماجہ**

ترجمہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق جل شانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا اس کو میں اپنی ذمہ داری سے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ذرا اس حدیث مبارکہ میں غور کریں جو آدمی اوقات نماز کی پابندی کرتا ہے تو اس شخص کی ذمہ داری اللہ پر ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریگا اور جو آدمی نمازوں کے پابندی نہیں کرتا وہ اللہ کے عہد میں شامل نہیں ہے۔ آپ ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ ﷺ نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔ ایک ہم ہیں کہ مشکل سے مشکل کام میں بھی اللہ یاد نہیں آتا اور نہ نماز کی طرف بڑھتے ہیں اللہ معاف فرمائیں، آمین۔

حدیث میں آتا ہے: **عن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول ﷺ اذاحزبہ امر نزع الی الصلوۃ (اخرجہ احمد وابوداود وابن جریر کمافی الدر المنثور)**۔ ترجمہ حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو آپ ﷺ نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔ نماز چونکہ بڑی رحمت ہے تو ہر مشکل کے آنے کے وقت اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اور جب رحمت الٰہی ساعد ومددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کہ کوئی پریشانی باقی رہے لہٰذا ہم کو ہر وقت، ہر مشکل کام میں اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے تو ہمارے سب کام بن جائیں گے۔ نماز ایک ایسا فریضہ جو کبھی بھی انسان سے ساقط نہیں ہوتا سوائے چند اعذار کے جن کو شریعت نے بیان کیا ہے۔ حتیٰ کہ جہاد کے وقت بھی یہ فرض ساقط نہیں ہوتا ہے جب کہ یہ خوف کا وقت ہے۔ دشمن آمنے سامنے ہے پھر بھی شریعت نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی کا خیال ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑو اور نماز روزے جاتے رہیں تو خیر ہے یقیناً یہ آدمی واضح غلطی پر ہے اور شریعت مطہرہ سے بے خبر ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلوۃ خوف پڑھی؟ ہاں اگر جنگ شروع ہو جائے پھر نماز پڑھنا ممکن نہیں جیسا کہ مختصر القدوری میں ہے، ولا یقاتلون فی حال الصلوٰ فان فعلوا ذلک بطلت صلوتھم ,لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز بالکل معاف ہوگئی بلکہ جب امن ہو جائے اور اطمینان ہو جائے تو نماز کی قضا پڑھی جائیگی۔ غزوہ خندق کے دوران رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوگئیں جن کو آپ ﷺ نے بعد میں ادا کیا، جب رسول اللہ ﷺ کو نماز معاف نہ ہوئی تو ہم کو کیسے معاف ہو جائے گی۔

نماز کو باجماعت ادا کرنا چاہئے: جب نماز فرض ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو امامت کروائی اور پانچوں نمازیں باجماعت ادا کیں۔ اسی وجہ سے فقہاء حضرات فرماتے ہیں کہ نماز باجماعت ادا کرنا ادا کامل ہے اور نماز منفرد ادا کرنا ادا قاصر ہے۔ محترم قارئین! نماز باجماعت ادا کرنا اتنا مہم بالشان ہے کہ حالت خوف میں صلوۃ خوف نازل ہوئی ارشاد باری تعالیٰ ہے: **واذا کنت فیھم فأقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفۃ (الایہ)** ترجمہ اور جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے تو چاہئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنے ہتھیار۔ پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (معارف القرآن)

دیکھئے کہ خوف کی صورت میں بھی جماعت کی پابندی ضروری ہے تو معلوم ہوگیا کہ جماعت کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے، ہم نے کبھی بھی صلوۃ خوف نہیں پڑھی ہوگی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ نماز بھی چھوٹ گئی ہوگی رسول ﷺ نے صلوۃ خوف پڑھی ہے، نیز صحابہؓ نے بھی پڑھی ہے اور ہم ہیں کہ ہم کو صلوۃ خوف کا طریقہ بھی نہیں آتا ہے۔ اب ہم اگر بغور جائزہ لیں کہ جب دشمن آمنے سامنے ہو نماز خوف جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے جب حالت اطمینان ہو تو بطریقہ اولیٰ نماز جماعت کیساتھ پڑھنا چاہئے۔

جماعت کی فضیلت اور چھوڑنے پر وعید

احادیث میں نماز باجماعت کی فضیلت اور نہ پڑھنے پر وعید آئی، **عن ابی عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال صلوۃ الجماعۃ افضل من صلوۃ الفذّبسبع عشرین درجہ (رواہ مالک والبخاری وغیرہ)** ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں پچیس درجہ ثواب آیا ہے۔ اکیلے نماز پڑھنے کا ثواب ایک درجہ اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا ۲۷ یا ۲۵ درجہ ثواب ملتا ہے۔ اس کو لوگ بہت احمق کہیں گے جو ۲۷ روپیہ کو نہیں لیتا ہے۔ اور ایک کو پسند کرتا ہے بہت سی حدیثوں میں جماعت کی فضیلت آئی ہے ہم نے ایک دو حدیثوں پر اکتفاء کرلیا۔

جماعت ترک کرنے پر وعید

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے، ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا خوف (ابوداود)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں (رواہ مسلم، ابوداود وابن ماجہ)۔ بقیہ صفحہ نمبر: 21

مہاجرین وانصار

مفتی مصباح صاحب

مذکورہ بالا نام ان دو بھائیوں کے ہیں جو ایک دوسرے کے دکھ اور درد میں شریک ہوں اور ایک دوسرے کی خوشی پر خوش ہوتے ہوں یا یوں کہیے کہ یہ ایک ہی بدن کے دو حصے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی ترقی اور استحکام کیلئے مہاجرین وانصار کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون لازمی اور ضروری ہیں۔ مہاجرین نے اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا تو انصار نے ان کیلئے اپنے سینے کھول دیے اور انہیں ہر طرح کی سہولیات فراہم کیں۔ اگر یہی مہاجرین وانصار اپنے خون سے اس چراغ کی پاسبانی نہ کرتے تو یہ خطرہ تھا کہ یہ چراغ بجھ جاتا، جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں گر جاتا۔ لیکن یہ مہاجرین اور انصار کی اجتماعی قربانی کا نتیجہ تھا کہ اسلام محفوظ اور مصون رہا بلکہ اس کی روشنی اور کرنیں اتنی تیز تھیں کہ جس نے دنیا کے تاریک گوشوں کو روشن کر دیا۔ ہجرت جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور اسلامی فریضہ ہے اسلام میں اس کی ایک روشن تاریخ ہے۔ جس طرح کہ ایک تاریک رات ہمیشہ روشنی کیلئے رکاوٹ بنتی ہے اسی طرح باطل بھی ہمیشہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام کے آغاز میں دو دفعہ ہجرت کا واقعہ پیش آیا ہے۔ مکہ میں جب مسلمان کفار کے مظالم سے تنگ آ گئے اور یہ ممکن نہ رہا کہ وہ آزادانہ اپنی عبادات ادا کر سکیں تو انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی بنیاد ٹھوس دلائل اور معقول اسباب پر ہے اور ذرا سی بھی عقل و تدبر رکھنے والا انسان بھی اس کی حقانیت کو سمجھ سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا، اس نے مسلمانوں کو پناہ دی، یہاں مسلمانوں کی زندگی قدری بہتر ہوئی اور وہ آزادانہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگے۔ قریش مکہ سے یہ کہاں برداشت ہو سکتا تھا لہٰذا وہ یہ سوچنے لگے کہ کس طرح مسلمانوں پر حبشہ کی زمین بھی تنگ کر دی جائے اور نجاشی بادشاہ کو اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکال باہر کر دے اور انہیں کفار مکہ کے حوالہ کر دے۔ کافی بحث و مشاورت کے بعد کفار مکہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ایک وفد حبشی بادشاہ کے پاس بھیجا جائے۔ یہ وفد اپنے ساتھ قیمتی تحائف لے کر جائے گا تا کہ بادشاہ اور اس کے درباریوں کو رشوت دے کر مسلمانوں کے خلاف ابھار سکے۔ لیکن ان کی یہ سب کوششیں رائیگاں چلی گئیں اور وہ نہ صرف ناکام و نامراد ہو کر حبشہ سے واپس لوٹے بلکہ الٹا بادشاہ نے مسلمانوں کی عزت و اکرام میں مزید اضافہ کیا اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ وہ حبشہ میں آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

یہ ہجرت اتنی موثر ثابت ہوئی کہ نجاشی نے حضور نبی کریم ﷺ کیلئے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ کو پیغام نکاح دیا اور چار سو دینار اپنی طرف سے مہر ادا کیے۔ ہجرت انبیاؑ کی سنت رہی ہے اور آج کل کے دور میں بھی ہمیں مصائب میں گھرے مسلمان اپنے گھر بار چھوڑتے نظر آتے ہیں۔ حال ہی میں آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں پاکستان کے مسلمان اپنی مرتد حکومت کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر افغانستان کی طرف مہاجر ہوئے اور افغانستان کے مہمان دوست مسلمانوں نے ان مہاجرین کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ انہوں نے پاکستان کے مظلوم مہاجرین کے ساتھ اتنی ہمدردی کی کہ وہ اپنے آپ کو ایک غیر ملک کے باشندے محسوس نہیں کرتے۔ اگرچہ پاکستان کی مرتد اور غلام حکومت نے اور ان کے امریکی آقاؤں نے بہت کوشش کی کہ افغانستان کے مسلمانوں کو اس بات پر راضی کر سکیں کہ وہ پاکستانی مہاجرین کو اپنے گھروں سے نکال دیں، لیکن وہ اپنی ان تمام کوششوں میں ناکام رہے۔ پاکستانی مہاجرین سمیت دنیا بھر کے لوگ افغان مسلمانوں کی اس مہمان نوازی اور غیرت کی تعریف کر رہے ہیں۔ یہاں ایک وضاحت کی ضرورت ہے کہ پاکستان میں جہاد صرف پاکستانی لوگوں کی ہی ذمہ داری نہیں، نہ ہی یہ کسی علاقے کو آزاد کرانے کیلئے ہے اور نہ کسی ملک پر قبضہ کرنے کیلئے ہے۔ بلکہ یہ ایک شرعی نظام کے قیام، اعلائے کلمۃ اللہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوہ کے قیام کیلئے ہے۔ لہٰذا یہ ہر مسلمان کا دینی اور شرعی فریضہ ہے کہ وہ اسلامی احکامات کے مطابق پاکستان میں جاری جہادی کاوشوں میں عملاً حصہ لے، وگرنہ وہ شخص اللہ کے سامنے شرمندہ اور لاجواب ہوگا۔ میں تمام مجاہدین، انصار و مہاجرین کی توجہ ایک بات کی طرف مرکوز کرانا چاہتا ہوں کہ دشمن اس کوشش میں ہیں کہ وہ مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے سے بدظن کر دے۔ مہاجرین وانصار کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دشمن یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ مہاجرین وانصار میں اس طرح کی اخوت اور بھائی چارہ قائم ہو اور ان کے درمیان گاڑھی چھن رہی ہے۔ مہاجرین وانصار کو محتاط رہنا چاہئے تا کہ دشمن کو کسی قسم کا موقع ہاتھ نہ آئے اور ان کے درمیان اخوت برقرار رہے۔ اسلام کے آغاز میں منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان کے ایک منصوبے کے بارے میں خبر دی کہ وہ لوگوں کو کہتے تھے کہ ان مہاجرین کے ساتھ تعاون نہ کریں، حالانکہ دنیا جہاں کے تمام خزانے اللہ کی ملکیت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَى مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (سورۃ المنافقون، ۷) ترجمہ: یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس (رہتے) ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ (خود بخود) بھاگ جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی کہ ان منافقین کے سر تن سے جدا کر دیں لیکن حضور ﷺ نے انہیں ان اقدام سے منع کیا اور فرمایا کہ پھر لوگ کہیں گے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو مار رہے ہیں۔ بظاہر تو منافقین اور ان کا سردار عبداللہ ابن اُبئ ابن سلول مسلمانوں کی صفوں میں کھڑے تھے لیکن خفیہ طور پر وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ لیکن جتنا عبداللہ بن ابی ابن سلول اسلام دشمنی میں سخت تھا اتنا ہی اس کا بیٹا اسلام پر فدا ہونے والا تھا۔ جب بیٹے کو باپ کی اس شرارت کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے باپ کو قتل کریں اور اس کا سر حضور ﷺ کے سامنے پیش کریں۔ وہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ یہ مطالبہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر میں اس کو قتل کروں تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ اگر کوئی اور اسے قتل کرتا ہے تو پھر وہ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت نہیں دی بلکہ اسے اطمینان دلایا کہ میں اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروں گا۔

الامام العز

مولانا صالح قسام صاحب

اسلام کی آمد سے دنیا کے ذہین ترین افراد کی ضائع ہوتی صلاحیتیں بروئے کار آنے لگیں اورانسانی تعلیم،تعمیراورتربیت کی ایک ایسی دانشگاہ کی بنیاد ڈالی گئی جس نے عرب وعجم کے بے راہ انسانوں کو اپنے اصل مقصد ''عبودیتِ رب'' سے آشنا کرکے ان کو راہ راست پر ڈالا۔پھر ہرایک نے اپنی خوش بختی کے تناسب سے اپنی صلاحیتیں استعمال کرنا شروع کیں اورانسانی تاریخ میں ایسے ایسے اشخاص کا اضافہ ہوا جن میں سے ہر فرد ایک تحریک اورایک مکمل عالم کا منظر پیش کررہا تھا۔

ـ ولیس علی اللہ بمستبعد ان یجمع العالم فی واحد

مسلمانوں کی تاریخ ایک ایسا عظیم گلستان ہے جس میں وارد کو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کس پھول کو سونگھے اور کس کو چھوڑے۔لیکن افسوس کہ اسلام سے دوری اور غیر کی دن رات کوششوں نے ہمیں یہ موقع نہ دیا کہ ہم اپنے اسلاف کی زندگی کا مطالعہ کرسکیں۔عظیم افراد کے سوانح حالات انسانی زندگی پر ایک زبردست تاثیر مرتب کرتے ہیں اوران حالات کو مرتب کرنے کی وجوہات میں ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہوسکیں۔امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ انسانی طبیعت چور ہے اور یہ ماحول سے چوری کرنے کی کوشش کرتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انسان عظیم انسانوں کے حالات کا مطالعہ کرے تاکہ ان کی نقل اوران کے نقش قدم پر چل سکے۔

ذیل کی سطور میں ہم اسلامی تاریخ کے ایک مجاہد ربانی عالم امام عزالدین رحمہ اللہ کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔امام عزالدینؒ کو سلطان العلماء اور بائع الامراء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ہم کوشش کرینگے کہ ان کی زندگی کے مجاہدانہ کارناموں،عالمانہ کوششوں اورحکمرانانِ وقت کے سامنے کلمہ حق کہنے کے بہترین جہاد کو بیان کریں۔

نام ونسب:

امام عزالدین رحمہ اللہ کا اپنا نام عبدالعزیز بن عبدالسلام تھا اور عزالدین اصل میں ان کا لقب تھا جو انہیں اپنے مشہور زمانہ میں شاگرد امام ابنِ دقیقق العید رحمہ اللہ کی طرف سے ملا تھا۔اس بات پر سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش ملک شام کے شہر دمشق میں ہوئی تھی لیکن آپ کے سن ولادت میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۷۵۵ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت اورابتدائی حالات زندگی:

جیسا کہ ہم نے کہا کہ امام عزالدین رحمہ اللہ کی پیدائش دمشق میں ہوئی تھی اور دمشق ان دنوں میں مسلمانوں کے ایک فرنٹ لائن جنگی محاذ کا منظر پیش کررہا تھا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب نصاریٰ یورپ تمام کے تمام مسلمانوں کی جڑیں اکھاڑنے کے لئے مسلم ممالک پر حملہ آور ہورہے تھے اور کئی سارے اسلامی شہروں پر قبضہ کرچکے تھے مگر اس سب کے باوجود خود دمشق ابھی تک جنگ کے اثرات سے محفوظ تھا اور یہاں موجود علماء کرام اپنے علوم کے دریا بہارہے تھے۔بڑے بڑے علماء کرام کے مسند مزین تھے جن پر روزانہ قرآن،حدیث فقہ،تفسیر،تاریخ اور دیگر مختلف اسلامی علوم کے درس ہوتے تھے۔

آپ کے اساتذہ میں مشہور علماء،محدثین اور مفسرین شامل ہیں۔ان میں مشہورِ زمانہ امام فخرالدین بن عساکر رحمہ اللہ کا نام سرِفہرست ہے جو اپنی حق پرستی،تقویٰ،زہد اور عبادت میں اپنے زمانہ میں مشہور تھے۔ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے ہمیشہ ظالم بادشاہوں کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔اس وقت کے بادشاہ کو شراب بیچنے پر ڈانٹا جس کی سزا میں انہیں اہم مدارس میں تدریس سے منع کردیا گیا۔یہ انہی مشہور ابن عساکرؒ کے بھائی تھے جنہوں نے ۱۲۰ جلدوں میں تاریخ دمشق جسے تاریخ ''ابن عساکر'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے،لکھی ہے اور وہ خود بھی امام عزالدینؒ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔اسی طرح معروف عارف باللہ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

علمی عظمت:

امامؒ کی علمی عظمت کی رہتی دنیا قائل ہے اور آپ نے ہر علم وفن میں کمال حاصل کیا۔آپ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ میں نے کسی بھی شیخ سے علم حاصل نہیں کیا مگر انہوں نے مجھے کہا کہ ''اب آپ کو میری ضرورت نہیں،آپ اپنے ساتھ (علمی مطالعہ میں) مشغول ہوجائیں''۔امامؒ جب ۶۳۹ھ میں مصر تشریف لے گئے تو اس وقت وہاں مشہورِ زمانہ امام منذریؒ (صاحبِ الترغیب والترہیب) نے فتوی دینے سے احتراز کیا اور فرمایا کہ جس شہر میں امام عزالدینؒ جیسی شخصیت ہو وہاں کسی اور کے لئے مناسب نہیں کہ فتوی دیں۔علامہ ابن حاجبؒ نے آپ کو امام غزالی رحمہ اللہ سے بڑا فقیہ قرار دیا ہے۔خود امام رحمہ اللہ جب بیت المقدس میں گرفتاری کے بعد واپس مصر جارہے تھے تو راستے میں والی کرک نے آپ کو وہاں قیام کی فرمائش کی تو آپ نے اپنے علمی استعداد پر انتہائی حد تک اعتماد کرتے ہوئے کہا ''تمہارا یہ مختصر شہر میرے علم کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

حق گوئی اور جرأت:

امام عزالدین رحمہ اللہ کی زندگی پر اگر ہم غور کریں تو آپ کی علمیت کے بعد آپ کی جرأت وبیباکی سے آپ نے شہرت پائی۔وقت کے بے رحم حکمرانوں کے مقابلے میں آپ نے ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا ہے۔شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی دیکھ کر آپ نے

کبھی بھی خاموشی اختیار نہیں کی، بلکہ حق بات ہر فرد اور مجلس میں بیان فرمائی۔ آپؒ جب بادشاہِ وقت سلطان الملک الاشرف کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے نصیحت کی درخواست کی، آپ نے موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ آپ نے مسلمان فوج کو اپنے بھائی کے مقابلے پر لا کھڑا کیا ہے، حالانکہ تاتاری اسلامی شہروں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ آپ پر لازم ہے کہ اپنے بھائی کیساتھ مصالحت کریں اور اسلامی افواج کو تاتاریوں کے مقابلے کے لئے تیار کریں۔ یہ بات سن کر بادشاہ نے فوری طور پر حکم دیا کہ فوج کا پڑاؤ وہاں سے ختم کر کے تاتاری فوج کے مقابلے میں چلی جائے۔

آپ رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ شام کے بادشاہ صالح اسمٰعیل نے ایک دفعہ والئ مصر کے خلاف فرنگیوں سے مدد چاہی اور انہیں عوض میں کچھ اسلامی علاقوں کو حوالہ کرنے کا کہا۔ اس معاہدے کا اثر یہ ہوا کہ فرنگی انتہائی بیباک ہو گئے اور وہ دمشق میں آ کر وہاں اسلحہ اور جنگی ساز و سامان خریدنے لگے۔ اس واقعہ سے امام کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے بادشاہِ وقت کے خلاف ایک تحریک شروع کی۔ تاجروں نے امامؒ سے اس بارے میں فتویٰ پوچھا جس پر اس مردِ حق آگاہ نے برجستہ جواب دیا کہ ان پر اسلحہ بیچنا حرام ہے کیونکہ یہ اسلحہ وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرینگے۔ (کاش کہ ہمارے دور میں دربار تک رسائی رکھنے والے علماء حکمرانوں سے کہتے کہ مسلمان کے خلاف کافر کی اعانت اور مدد کتنا بڑا جرم ہے۔) امام عزالدین رحمہ اللہ نے بادشاہ وقت کے لئے خطبہ میں دعا کرنا ترک کر دی اور اس کے بجائے خطبہ میں یہ فرمانے لگے ”یا الٰہی اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما اور ملحدین و دشمنانِ اسلام کو ذلیل و رسوا فرما۔ اس جرم کی پاداش میں امام رحمہ اللہ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

امام عزالدینؒ جیل میں:

اس واقعہ کے بعد آپؒ جیل میں بند کر دیئے گئے، دورانِ اسارت بادشاہِ وقت نے اپنا ایک قاصد آپ کے پاس بھیجا، اور کہا کہ اگر امام اپنے سابقہ طریقۂ کار سے باز آجائے تو اسے اپنے تمام اہم عہدوں پر دوبارہ بحال کر دیا جائے گا۔ اس قاصد نے امام کے پاس جا کر کہا کہ اگر آپ ذرا بادشاہ سے مل لیں اور اس کی دست بوسی کریں تو آپ تمام مناصب جلیلہ پر دوبارہ بحال کر دیے جاؤ گے۔ اس پر امام رحمہ اللہ نے ایک تاریخی جملہ کہا جو تاریخ کی کتابوں میں درج ہے ”وَاللّٰہِ یا مِسکین مَا اَرضَاہُ اَنْ یُقَبِّلَ یَدِیْ فَضلاً عَنْ اُقَبِّلَ یَدَہُ یا قوم انتم فی واد وانا فی واد والحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاکم بہ “ترجمہ: او بیچارے! میں تو اس بات پر بھی راضی نہیں ہو کہ وہ میرے ہاتھ کا بوسہ لیں، چہ جائیکہ میں اس کے ہاتھ کا بوسہ لوں، اے لوگوں تم ایک وادی میں جبکہ میں ایک الگ دنیا میں ہوں، اللہ کے لئے حمد ہے کہ اس نے مجھے اس کمزوری سے بچایا جس میں تمہیں مبتلاء کیا ہے۔

دورانِ قید مؤرخین نے ایک اور زبردست واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کو مصر سے فلسطین منتقل کر کے وہاں کی جیل میں بند کر دیا گیا، بادشاہ کچھ عیسائیوں کے ساتھ وہاں گئے اور امام کے خیمہ کے ساتھ خیمہ لگایا۔ امام دن بھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور بادشاہ اسے اپنے خیمہ میں سنتا، بادشاہ نے اپنے ساتھی فرنگیوں سے کہا کہ یہ ہمارا ایک بڑا مذہبی رہنما ہے اور اس بات کا مخالف ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو قلعے حوالے کئے ہیں، لہٰذا اس جرم کی پاداش میں قید ہے۔ اس پر ان عیسائیوں نے کہا کہ یہ اگر ہمارا پیشوا ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھو کے پیتے۔

بائع الامراء:

جیسے کہ پہلے ہم نے ذکر کیا کہ امام رحمہ اللہ کا ایک لقب بائع الامراء بھی ہے، جس کا لفظی مطلب ہے بادشاہوں یا امیروں کو بیچنے والا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام کے زمانہ میں اس ملک کے امراء ترک النسل تھے، امام نے فتویٰ دیا کہ یہ لوگ شرعی طریقے سے آزاد نہیں ہوئے، لہٰذا ان کے ساتھ معاملات کرنے میں احتیاط برتی جائے، کیونکہ ان کے معاملات شرعاً نافذ نہیں ہیں۔ اس پر لوگوں نے ان امراء سے اجتناب کرنا شروع کر دیا اور وہ امراء ایک دِقت اور مشکل میں پڑھ گئے۔ اس پر امراء انتہائی ناراض ہوئے اور انہوں نے امام کے پاس جا کر ان سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ ہم آپ کی خاطر ایک مجلس مقرر کر دینگے، جسمیں آپ بیت المال کی طرف سے آزاد کر دیے جاؤ گے۔ اور پھر شرعی طریقہ سے آزاد ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں نے کوشش کی کہ شیخ کو راضی کر لیں لیکن شیخ راضی نہیں ہوئے، دورانِ گفتگو شیخ کے بارے میں بادشاہ کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا جس پر شیخ ناراض ہو گئے اور انہوں نے مصر سے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جیسے ہی امام کی روانگی کی خبر اہالیان شہر کو ہوئی تو انہوں نے بھی شیخ کے ساتھ ہو کر نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ اب تنہا امام عزالدین مصر سے نہیں جا رہے تھے بلکہ یہ اب ایک قافلے کی صورت اختیار کر چکا تھا جسمیں مصر کے بڑے بڑے علماء، صلحاء، تجار اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ جب بادشاہ کو پتہ چلا کہ ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو روک دیں ورنہ آپ کی سلطنت چلی جائے گی، اس پر بادشاہ وقت خود دوڑے اور امام کی منت سماجت کرنے کے بعد امام سے کہا کہ وہ خود ان امراء کو سرِعام نیلام کرینگے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز آجائے۔ اس پر امام رحمہ اللہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور دوبارہ مصر میں مقیم ہو گئے۔ اور آخر کار تاریخ کا وہ انمٹ واقعہ رونما ہوا جس کی اسلامی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ان امراء کو غلاموں کی طرح بازار میں فروخت کر دیا گیا۔ اور امام چاہتے تھے کہ ان کی بولی اعلیٰ قیمت میں لگے، لہٰذا یہی ہوا کہ ان امراء کو بازار میں فروخت کر کے ان کی قیمت فلاحی کاموں میں لگا دی گئی۔

یہ ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ تھا جس کی مثال انسانی تاریخ کی اوراق میں بہت کم ملتی ہے، کہ ایک بے سر و سامان انسان کے سامنے وقت کے حاکمان نے سرِ تسلیم خم کیا ہوا اور ان کی سرِ بازار نیلامی کی گئی ہو۔ ایسے مواقع پر استقامت اور جرأت دکھانا راسخ ایمان اور روزِ آخرت پر پختہ یقین کے بغیر ناممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر موقع پر ایسے رجال کار پیدا فرما دیتے ہیں جو اسلام کو اپنے اصل تعلیمات پر قائم رکھتے ہیں اور

منحرف طبیعتوں کی وجہ سے اسلامی احکامات پر بدعات ،تحریفات اور مصالحت ومداہنت کی جو گرد پڑی ہوتی ہے ،اسے مٹا کر صاف اور واضح احکام امت تک پہنچادیتے ہیں۔مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث شریف ہے "قال رسول الله ﷺ يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عن تحريف الغالين وانتخال المبطلين وتاويل الجاهلين" یعنی اس علم کو ہر آنے والی نسل میں سے کچھ لوگ اپنے پیروکاروں سے حاصل کرینگے جو اس سے غالی اور انتہاء پسند لوگوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی غلط نسبتیں اور جاہل لوگوں کی تاویلات کو ختم کردینگے ۔(رواہ البیہقی ،مشکوٰۃ)

امام عزالدین رحمہ اللہ کا موقف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں کیا تھا، یہ بات ان کے اس خط سے واضح ہوتی ہے جو انہوں نے الملک الاشرف کے نام لکھا تھا۔آپ تحریر فرماتے ہیں "وبعد ذالك فانا نزعم اننا من جملة حزب الله وانصار دينه وجنده وكل جندى لا يخاطر بنفسه فليس بجندى" یعنی ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جماعت میں سے ہیں اور اس کی دین کی حمایت کرنے والے اور اس کے لشکری ہیں اور ہر وہ سپاہی جو اپنے آپ کو مشکل میں نہیں ڈالتا وہ سپاہی نہیں ہے ۔ایک دوسرا جگہ پر تحریر فرماتے ہیں "والمخاطرة بالنفوس مشروعة فى اعزاز الدين ،ولذالك يجوز للبطل من المسلمين ان ينغمر فى صفوف المشركين وكذالك المخاطره بالامر بالمعروف والنهى عن المنكر ونصرة قواعد الدين بالحجج والبراهين مشروعة۔ یعنی دین کو عزت دلانے کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا مشروع ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے بطل (شیر دل جوان) کے لئے جائز ہے کہ وہ مشرکین کی صفوں میں گھس جائیں ،اور اسی طرح امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی خاطر بھی خطرات میں کودنا جائز ہے کہ انسان دلائل اور براہین سے دین کی نصرت کرے۔

مذکورہ بالا عبارت پر اگر سوچا جائے تو اس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوتی ہے کہ شیخ رحمہ اللہ ہمارے دور کے فدائی عملیات کے زبردست حامی ہیں ، کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالیں۔اور اس کی تائید میں ایک مجاہد کے فدائی حملے کو بطور دلیل پیش کیا ہے، گویا کہ اس حملے کی مشروعیت امام رحمہ اللہ کے نزدیک اتنی مسلّم ہے کہ اس پر دیگر مسائل کو قیاس فرمارہے ہیں۔

امام عزالدینؒ کی وفات:

امامؒ کی وفات ۶۶۰ھ میں ہوئی اور اسطرح اسلام کا یہ عظیم سپوت زندگی کی ۸۳ بہاریں دیکھنے کے بعد اپنے خالق حقیقی کیساتھ جاملا لیکن اپنی تصانیف اور علمی وسیاسی خدمات کی وجہ سے آج تک مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہیں کہ ان کے قبر کو انوار سے منور فرمائیں آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: خلافت کی اہمیت قرآن کی نظر میں

کے ساتھ مشروط ہو، غیر مشروط نہ ہو۔یعنی منشائے خلقت کے لحاظ سے تو یہ منصب تمام بنی نوع انسان کے لئے عام ہے۔ ہر انسان خدا کا خلیفہ ہے لیکن یہ اس منصب کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کے جائز حقدار وہی ہوں جو خدا کی خلافت کے حق کو وفاداری کے ساتھ ادا کریں جو اس حق کو ادا نہ کریں وہ خلیفہ نہیں بلکہ اس کے باغی اور غدّار ہیں۔

پانچواں یہ کہ یہ منصب اپنے مزاج کے لحاظ سے صرف ایک انفرادی منصب نہیں ہے بلکہ ایک اجتماعی اور سیاسی منصب بھی ہے تمام انسانوں کو یا کم از کم ان سارے لوگوں کو جو اس منصب کی ذمہ داریوں پر ایمان رکھتے ہیں انفرادی طور پر بھی اس منصب کے فرائض پورے کرنے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی اس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ایک نظام قائم کرنا ہے کیونکہ اس نظام کے بغیر اس کے مقاصد پورے نہیں ہوسکتے۔

چھٹا یہ کہ یہ خلافت خیر وفلاح کی ضامن اس وقت تک رہ سکتی ہے جب تک یہ اصل مستخلف کے احکام ہدایت کے مطابق چلائی جائے اگر اس کے احکام کو پس پشت ڈال کر انسان اس کو پنی خواہشات کے مطابق چلانے کی کوشش کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس زمین میں خونریزی اور فساد برپا ہوگا۔

نظام خلافت کو قائم کرنے کی ذمہ داری سب انسانوں پر ضروری ہے کیونکہ خلافت دین پر عمل کرنا آسان بناتی ہے اور ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں معاون ومؤید ہے۔خلافت عام وخاص کے فرق کو مٹادیتی ہے غریب وامیر کی تمیز کو ختم کرتی ہے،سب انسانوں میں انصاف کرتی ہے،ظلم وظالم کے خلاف بغاوت کرتی ہے، مظلوموں کی حمایت کرتی ہے،غربت کو مٹاتی ہے۔کرپشن ،چوری ،بے حیائی اور ڈاکہ زنی کی کمر توڑ دیتی ہے۔معاشرہ میں فساد کو ختم کر کے امن وسکون کو بحال کرتی ہے، خوشحالی کو اجاگر کرتی ہے،اندھیروں کو روشنیوں میں تبدیل کرتی ہے۔غریبوں، مسکینوں ،فقیروں اور بے بسوں اور بے کسوں کے لئے سہارا بن جاتی ہے ۔سرمایہ داروں ،جاگیرداروں کی چکّی میں پسے ہوئے انسانوں کو نجات دلاتی ہے،انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزادی دلاتی ہے۔ضروریات زندگی کی چیزوں کو انسانوں کے لئے مہیا کرتی ہے انسانوں کے بنیادی حقوق کی پاسداری فطرت انسانی کی آبیاری کرتی ہے۔انسانیت کے درمیان برابری کو یقینی بناتی ہے،کوئی انسان بھوکا ،پیاسا ،ننگا اور بے گھر نہیں ہونے دیتی۔روٹی کپڑا ،مکان معاشرے کے ہر فرد کو فراہم کرتی ہے۔

لہذا تمام انسانیت بیدار ہوکر منظّم ہوجائیں پھر متحرک ہوجائیں اور احیائے خلافت کے لئے مسلسل جدوجہد کریں تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظامِ خلافت قائم ہوجائے۔

☆☆☆☆☆☆

تقویٰ کی اہمیت

مولانا شاہ خالد صاحب

میرے مجاہدین بھائیو! اللہ کا ارشاد ہے جو میں نے آپ لوگوں کے سامنے پڑھا جس میں اللہ فرماتے ہیں دنیا اور آخرت کی ساری کامیابی تقویٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اعمال کی مقبولیت کا دارو مدار تقویٰ پر ہے اللہ فرماتے ہیں۔ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (27) اللہ پرہیزگاروں کے اعمال قبول کرتے ہیں میرے عزت مند اور مجاہدین بھائیو! ساری دینی اور دنیاوی اعمال کے قبول ہونے کا دارو مدار اللہ نے تقویٰ پر منحصر کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں اگر میری معیت چاہتے ہو، میری دوستی چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحسِنُونَ (128) سورۃ النحل کا آخری آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہو اور اللہ ان لوگوں کیساتھ ہے جو نیکوں کار ہے ایک دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں میں ان کی مدد کرتا ہوں اور میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں، میرے مجاہد بھائیو! اگر آپ عالم کفر پر غالب ہونا چاہتے ہو اور آپ لوگ اسلامی نظام لانا چاہتے ہو جس طرح اصحاب کرامؓ نے پوری دنیا پر اسلامی نظام نافذ کیا تھا، تو اللہ فرماتے ہیں تقویٰ اختیار کرو آپ صبر اختیار کرلے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَإِن تَصبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُم كَيدُهُم شَيئاً ۔ اگر آپ لوگوں نے صبر کیا اور پرہیزگاری یعنی تقویٰ اختیار کرلی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر آپ لوگ دشمن کے مکر و فریب سے نہیں گھبرانا۔ اگر ہم ٹیکنالوجی اور مادیات پر نظر دوڑائے تو ہم کہیں گے کہ ہمارے ساتھ ٹیکنالوجی اور مادیات اور وسائل زیادہ ہو تو ہم ان پر غالب ہو جائیں گے تو اللہ فرماتا ہے نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَإِن تَصبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُم كَيدُهُم شَيئاً ۔ کہ اگر آپ لوگوں نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو پھر ان کے جتنے مکر و فریب ہیں، یہ جتنے بھی تدبیر کرتے ہیں تو اللہ فرماتے ہیں ان کے مکر آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے ان کے چال آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لَا يَضُرُّكُم كَيدُهُم شَيئاً إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعمَلُونَ مُحِيط ۔ ایک اور جگہ میں اللہ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَولاً سَدِيداً (70)۔ اے لوگوں جو ایمان لاتے ہو اللہ سے ڈرو اور حق بات کرو، میں علماء بھائیوں سے ایک بات کہوں گا میں آپ لوگوں کے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہوں ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے کہا ہے کہ مجھے وصیت کرو تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اتق اللہ فی ما تعلم۔ اللہ نے آپ کو جو علم عطا کیا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو یعنی اللہ نے آپ کو جو علم عطا کیا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو لوگوں کو حق بات کہو اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور حق اور سچ بات کہو، میرے معزز مسلمان بھائیو! دنیا اور آخرت کی کامیابی اللہ نے تقویٰ میں رکھی ہے اور اللہ نے تقویٰ کو بہت اعمال پر فوقیت دی ہے دوسری جگہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ لوگ تقویٰ اختیار کرو جتنی آپ میں طاقت ہو پس تقویٰ ہر انسان کے شان کے مطابق ہے اگر مجاہد ہے تو وہ اپنے شعبے کے مناسبت سے تقویٰ اختیار کریں گا اگر عالم ہے تو وہ

اپنے شعبے کے مناسبت سے تقویٰ اختیار کریگا عالم کا تقویٰ کیا ہوگا وہ یہ کہ وہ اللہ سے ڈرے اور حق بات کو نہ چھپائے وہ لوگوں کو حق بات بتائے کیونکہ اگر ہم حق بات چھپائیں گے تو آخرت میں ہم سے پوچھا جائیگا آخرت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے کیا منہ دیکھائیں گے نبی کریم ﷺ کا حدیث مبارک ہے کہ جب میں شب معراج پر گیا تھا تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنی آنتھڑیوں سے لٹک رہے تھے میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو مجھے کہا گیا کہ یہ وہ بدعمل علماء ہیں۔ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں، تو وہ جنتی دوزخی سے پوچھے گا کہ اے فلاں ابن فلاں آپ کی وجہ سے میں جنت میں ہوں آپ کیسے دوزخ میں ہو تو وہ دوزخی بندہ کہے گا کہ آپ نے بالکل ٹھیک کہا میں آپ کو وعظ اور نصیحت کرتا تھا لیکن اس پر میں نے خود عمل نہیں کیا میرے معزز و قابل قدر سامعین کرام مسلمان بہن بھائیو! تقویٰ ہم سب کا ایک اہم اور ضروری عمل ہے تقویٰ ایک اہم رکن ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ترین عمل ہے تقویٰ جنت میں داخل ہونے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ (54) اللہ فرماتے ہیں کہ جو متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے ایسی باغیں جن کے نیچے نہریں بہتے ہوں گے، پس میرے معزز مسلمانو! اگر ہم جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں تقویٰ اختیار کرنا ہوگا، بغیر تقویٰ اور عمل کے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے اگر ہم تاریخ پڑھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عالم کفر صحابہؓ سے ڈرتے تھے کیونکہ صحابہ کرامؓ اللہ سے ڈرتے تھے پس اس لئے وہ سارے دنیا پر غالب تھے آج کل ہم مادیات ظاہری اسباب اور وسائل پر بروسہ رکھتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔اسی وجہ سے ہمیں کامیابی نہیں ملتی، پس تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ اگر آپ عالم کفر پر غلبہ چاہتے ہو تو دین کی طرف آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ تقویٰ یہ ہے کہ آپ کو گناہ کے سارے اسباب مہیہ ہو لیکن اللہ کی خوف سے وہ عمل ترک کر دیں اللہ فرماتے ہیں۔ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (1) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا (2) وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (7) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) اللہ زمینوں اور آسمانوں کی قسم کرتا ہے پھر اللہ نفس وَنَفْس اور اس ذات وَمَا سَوَّاهَا کی جس نے اسکو برابر کیا۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8) کہ میں نے انسان میں دونوں مادے پیدا کئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان میں نافرمانی کا مادہ رکھا ہے اور دوسرا تقویٰ کا مادہ رکھا ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ تقویٰ کی تعریف ہے اکثر جاہل اور کم فہم لوگ کہتے ہیں کہ جب ذہن میں گناہ کا تصور نہ آئے تو اس سے تقویٰ کہتے ہیں نہیں گناہ کا تصور نہ آنا یہ پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں گناہ کا تصور آتا ہو لیکن آپ اللہ کے خوف سے اسے ترک کر دیتے ہیں۔ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) پھر جس نے تقویٰ اختیار کی تو اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگیا۔ فَمَنِ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (35)۔جس نے تقویٰ اختیار کرلی اور اپنی اصلاح کی تو نہ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ یہ غمگین ہوں گے دنیا اور آخرت میں۔میرے معزز مسلمانوں پس دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی اللہ رب العزت نے تقویٰ میں رکھی ہے اس لئے تقویٰ اختیار کرنا ہم سب کیلئے بہت ضروری ہے۔اور علماء کے سامنے میں نے یہ حدیث پیش کی اب یہ قربانی کا وقت ہے ہم امداد اللہ مہاجر مکی کے کتنے حوالے پیش کرتے ہیں اس کے اتباع کے دعوے کرتے ہیں اگر ہم ان کی تاریخ پڑھے تو اس نے انگریز کے خلاف جہاد کیا تھا وہ ایک

سپاہ سالار کی طور پر چنا گیا تھا جب تقریباً ۷۵ سے ۸۰ علماء جمع ہوئے اگر ہم یہ کہے کہ ہم انگریز کے ساتھ نہیں لڑ سکتے ہیں میرے قابل قدر ساتھیو! ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو اور علماء کو خلافت کے نفاذ کیلئے استعمال کریں آپ لوگ مہاجر مکیؒ اور مولانا قاسم نانا تویؒ کے زندگی پر ایک نظر دوڑائے اور میں آپ لوگوں کو شاہ اسماعیل شہیدؒ کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کرو تو آپ لوگوں کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اس دن کیلئے کتنی قربانیاں دی ہیں آج کل ہم ایک طرف اللہ اور اس کے نبی کے ساتھ عشق کے دعوے کرتے ہیں دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی ہو رہی ہے قرآن شریف کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور مساجد کو مسمار کیا جاتا ہے لیکن ہم غافل اور خاموش بیٹھے ہیں، اس سے تو حق ادا نہیں ہوتا جب شاہ اسماعیل شہیدؒ کو سکھوں نے گیرے میں لے لیا اور اس کے اردگرد سکھ جمع ہو گئے تو اس دوران ایک سکھ نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے قسم کھائی کہ میں آپ کو ضرور قتل کروں گا پیچھے ایک سکھ آگے بڑھا اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا سر تن سے جدا کر دیا لیکن ان کا باقی تن آگے بڑھا اور اس سکھ کے اوپر گر کر اس کا خاتمہ کر دیا یہ ہمارے اسلاف کی تاریخ ہے۔ اگر ہم مدارس میں بیٹھے ہو اور یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ آجائیگا اللہ کا دین سر بلند ہو جائیگا اور اللہ کے دین کو ترقی مل جائیگی تو میرے بھائیو! ایک دین کی ترقی ہے اور ایک دین کا دفاع ہے ہمیں چاہئے کہ ہم دین کا دفاع کریں کیونکہ دین ختم کیا جا رہا ہے اللہ کے احکام ختم کئے جا رہے ہیں اور خلافت کا خاتمہ ہوا ہے اس خلافت کے قیام کیلئے ہم سب کوشش کریں اس تحریک کے ساتھ ہم اپنے آپ کو وابستہ کریں ایسا نہ ہو کہ یہ کام اور مقصد ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے پھر بعد میں ہم بہت افسوس کریں گے، ان علماء کو میں کہتا ہوں کہ ابھی بھی آپ لوگوں

کے پاس وقت ہے اپنے علماء کی تاریخ پڑھیں کہ انہوں نے کتنی قربانیاں دی ہیں ایک انگریز نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں ہندوستان میں کہیں بیٹھا تھا کہ کسی چیز کی بو آنے لگی میں نے باہر جا کر دیکھا کہ یہ کس چیز کی بو ہے تو پتہ چلا کہ ایک خیمے کے باہر تقریباً چالیس علماء کڑے تھے اور انگریز ان سے کہہ رہے تھے کہ آپ صرف اس بات پر دستخط کریں کہ انگریز کے خلاف جہاد نہیں ہے آپ صرف ہماری تائید کریں انہوں نے انکار کر دیا پس ان سب کو آگ میں ڈالا گیا جس وجہ سے ان کے جھلسنے کی بو آرہی تھی اس کے بعد چالیس اور علماء کو قطار میں کڑا کر دیا اور انکار کرنے پر ان کو بھی آگ میں ڈال دیا میں آپ علماء سے کہتا ہوں کہ اتقو اللہ۔ اتقو اللہ۔ اتقو اللہ

۔ایھا العلماء۔ اے میرے علماء بھائیو! اللہ سے ڈرو علماء کی بے حرمتی کو دیکھو، اگر ہم اپنے اسلاف کو دیکھے جس طرح شیخ نصیب خانؒ نے قربانی دی اگر ہم یہ کہے کہ ان کی زبان ان کے قابو میں نہیں تھی تو پھر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مولانا قاسم نانا تویؒ کی زبان بھی ان کے قابو میں نہیں تھی جسکی وجہ سے بہت علماء شہید ہوئے ، امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو بھی حکمت نہیں آتی تھی جو انگریز کے خلاف کھڑے ہوئے ، ۸۰ علماء کھڑے ہئے، میرے قابل قدر مسلمانو! علماء کی بے عزتی ہو رہی ہے اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ کھڑے ہو، تحریک طالبان پاکستان اللہ کی طرف سے ہمارے لئے بہت بڑی نعمت ہے یہ ہمارے سب کی عزتیں بچانے کیلئے میدان میں آئی ہے، تحریک طالبان پاکستان کا مقصد اللہ کی دین کی حفاظت احیائے خلافت اور علماء کی عزت کی حفاظت ہے میں اپنے علماء بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے پاس آئیں تو انشاء اللہ آپ کو محسوس ہوگا، اکثر

علماء کہتے ہیں کہ ہم کہاں جائیں کونسا علاقہ محفوظ ہے جہاں دین کی احکامات جاری ہو آپ ہمارے پاس آئیں اور ہمارا شرعی محکمہ دیکھیں الحمد اللہ ہمارا شرعی محکمہ فعال ہے اور اس وقت تک فتویٰ جاری نہ کریں جب تک سب کچھ اپنے آنکھوں سے نہ دیکھ لے، کم از کم مجاہدین کی مخالفت نہ کریں عوام علماء کی طرف دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون میدان جہاد کی طرف گیا ہے حالانکہ ہمارے پاس جید علماء موجود ہیں میں اپنے تمام اساتذہ اور علماء بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس آئیں تحریک کے نظام کو دیکھے مجاہدین کی قربانیوں کو دیکھے تو صحابہ کرامؓ کی تاریخ یاد آجائیگی، صحابہؓ نے جو قربانیاں دی تھی اپنا گھر بار چھوڑا تھا جو شہادتیں پیش کی تھی تو اس طرح کے لوگ آج بھی موجود ہیں اگر تحریک طالبان پاکستان آج قربانیاں نہیں دیتی تو یہ دین پاکستان میں ختم ہو جاتا، علماء کی بے عزتی کو دیکھو، راولپنڈی کی مدرسے کا حال دیکھو اسی طرح لال مسجد کا حال دیکھو اور دوسرے علماء کی بے عزتی دیکھو اگر اپنی عزت و سربلندی چاہتے ہو تو میرے علماء بھائیو! اللہ سے ڈرو اور جہاد کی طرف آو حق بات کہو اگر ایسی حالت میں موت آگئی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے، میرے عزت مند مسلمان مجاہدین بھائیو! میں سب کو تقویٰ کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ۔ تقویٰ کا حکم اور وصیت صرف آپ لوگوں کیلئے نہیں ہے پہلے لوگوں کو بھی میں نے تقویٰ کی تلقین کی تھی۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِن تَكْفُرُوا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر آپ لوگ نافرمان ہو جاؤ تو مجھے آپ لوگوں کی پرواہ نہیں۔ اللہ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اللہ تعالیٰ تحریک بقیہ صفحہ نمبر:

بقیہ: سابق فوجی افسر کیپٹن ڈاکٹر طارق علی کا تحریکِ طالبان پاکستان جماعت الاحرار میں شمولیت پر بیان

وہاں مسلمانوں کی جان اور عزت کا سودا کرتے ہو۔ کس کے عوض؟ چند ڈالروں کے عوض؟ یا ریٹائرمنٹ کے بعد دو کوٹھیوں کے عوض؟ یا شراب کے چند گھونٹوں کے عوض جو تم اپنے کفار دوستوں کے ہمراہ پیتے ہو؟ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم نے بہت ہی کم قیمت وصول کی ہے۔ اور اس کے بدلے تم نے کفار سے مل کر پاکستان اور افغانستان میں مسلمانوں کے کتنے ہی شہر اور قصبے اجاڑ دیے۔ تم ہی وہ لوگ ہو جو پاکستانی نوجوانوں کو اپنی فوج میں بھرتی کرتے ہو اور پھر انہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے بھیج دیتے ہو۔ پھر جب کوئی سپاہی یا افسر مارا جاتا ہے تو تم اسے شہید قرار دیتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تم کافروں کے ہاتھوں اپنے ہی افسروں اور جوانوں کا خون بیچ چکے ہو۔ یقیناً یہ ظلم ہمیشہ جاری نہیں رہے گا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ تمہارے امریکی اور نیٹو آقا افغانستان میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اب پسپا ہو رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمان والوں کو اپنی زمین میں حکمرانی دے گا۔ چونکہ پاکستان بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی زمین کا حصہ ہے اس لیے ہمیں یقین ہے کہ یہ مسلمانوں کی ملکیت ہے نہ کہ کفار یا ان کے صف اول اتحادیوں کی۔ اس لیے پاکستان میں کوٹھیاں بنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب مجاہدین پاکستان پر قبضہ کریں گے تو امکان ہے کہ تمہیں تمہارے غیر قانونی گھروں سے نکال دیا جائے۔ میں تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کے ایک رکن کی حیثیت سے تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ رستے سے ہٹ جاؤ اور ہمیں پاکستان میں شریعت نافذ کرنے دو۔ لیکن اگر تم نے ہم سے مقابلہ کرنے کا سوچا تو اللہ کی قسم ہم تمہارے مقابلے میں ایسے لوگوں کو لائیں گے جو موت کو اس سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں جتنا تم اس دنیاوی زندگی کو محبوب رکھتے ہو اور تم ہم سے اور ہمارے پیچھے آنے والی خلافت کی فوج سے نہیں لڑ سکو گے۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور ہماری آخری بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

☆☆☆☆☆☆

سابق فوجی افسر کیپٹن ڈاکٹر طارق علی کا تحریکِ طالبان پاکستان جماعت الاحرار میں شمولیت پر بیان

رب اشرح لی صدری ۔ ویسرلی امری ۔ واحلل عقدۃ من لسانی ۔ یفقھو قولی ۔

اما بعد

میں امیر محترم قاسم خراسانی صاحب، عمر خالد خراسانی صاحب اور احسان اللہ احسان بھائی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی اور مجھے موقع دیا کہ میں آپ کو اپنے بارے میں بتا سکوں اور آپ لوگوں سے چند اہم باتیں کر سکوں۔ جیسا کہ احسان اللہ بھائی نے بتایا کہ میرا نام طارق علی ہے اور میں پاکستان آرمی کا سابق کپتان ڈاکٹر ہوں۔ میرا پی اے نمبر ۱۰۳۹۰۷ تھا اور میں آرمی میڈیکل کالج کے اٹھارہویں بیچ میں پاس آؤٹ ہوا تھا۔ میں نے فوج میں تقریبا سات سال نوکری کی اور تقریبا نو برس قبل فوج چھوڑ کر لندن چلا گیا تھا۔ وہاں میں نے لندن اور کیمبرج میں سرجری کی تربیت حاصل کی اور ساتھ ساتھ وہاں کے لوگوں کو دین کی دعوت بھی دیتا رہا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے اندر جہاد کا شوق پیدا کیا۔ میں نے جہاد کے غرض سے عراق دولۃ اسلامیہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا مگر رستے میں گرفتار ہو کر مشرقی یورپ کے ایک ملک کروشیا میں قید کر دیا گیا۔ وہاں سے رہائی کے بعد مجھے پاکستان ڈی پورٹ کر دیا گیا جہاں کچھ مشکلات کے بعد الحمدللہ اب میں تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار میں شامل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ شاید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ میں عراق وشام کی بجائے یہاں خراسان کے مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جاؤں اور الحمدللہ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ یہاں مجاہدین کی مہمان نوازی، خلوص اور ایثار سے میں بہت متاثر ہوا ہوں اور پاکستانی میڈیا میں ان کو جس طرح ظالم بنا کر پیش کیا جاتا ہے، میں نے ان کو اس سے بہت مختلف پایا ہے۔ اس کے برعکس پاکستان آرمی جسے عوام کے سامنے انتہائی مقدس بنا کر پیش کیا جاتا ہے، سچی بات یہ ہے کہ میں نے اس کو اندر سے انتہائی کرپٹ ادارہ پایا ہے۔ فوج میں نوکری کے دوران میری پوسٹنگز ایف سی بلوچستان، ۸۰ بریگیڈ سیاچن اور پنجاب میں مختلف جگہوں پر ہوئیں مگر فوج چھوڑنے کی بنیادی وجہ میری وزیرستان میں پوسٹنگ بنی۔ میں تقریبا چھ مہینے شمالی اور جنوبی وزیرستان میں تعینات رہا جہاں مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے دراصل مسلمانوں کے خلاف لڑوایا جا رہا ہے اور مسلمان بھی ایسے جو دینداری میں میرے سے بہت بہتر تھے۔ دو دفعہ وزیرستان میں ڈیوٹی دینے کے بعد جب مجھے تیسری مرتبہ بھیجا جانے لگا تو میں نے ٹو آئی سی صاحب کو انکار کر دیا اور اس کے تھوڑے دنوں بعد فوج چھوڑ کر لندن چلا گیا۔ میں پاکستان آرمی، برطانیہ اور جہاد میں اپنے تجربات کی روشنی میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہوں گا۔

سب سے پہلے تو میں پاکستان آرمی کے سپاہیوں، این سی اوز اور جے سی اوز سے مخاطب ہوتا ہوں۔ میں آپ پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے جرنیل جس جنگ میں آپ کو استعمال کر رہے ہیں وہ جنگ دراصل مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ہے۔ گو کہ ہمیں فوج میں یہی بتایا جاتا تھا کہ پاکستانی فوج کے اہلکار ہی اصل میں مجاہدین ہیں۔ اور جب کوئی جنگ میں مارا جاتا تھا تو اسے انتہائی شد و مد کے ساتھ شہید بھی قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجاہد وہی ہوتا ہے جسے قرآن اور نبی ﷺ نے مجاہد قرار دیا ہو نہ کہ کسی جرنیل یا ٹی وی چینل والے نے۔ اسی طرح شہید بھی وہی ہوتا ہے جس کی نشانیاں احادیث میں دی گئی ہیں۔ شہید وہ نہیں ہوتا جسے چیف آف آرمی سٹاف یا حکومت کا کوئی تنخواہ دار عالم شہید قرار دے دیں۔ اسلام کی رو سے جہاد اس جنگ کو کہتے ہیں جو اعلائے کلمۃ اللہ یعنی زمین پر شریعت کے نفاذ کے لیے لڑی جائے اور ایسی جنگ میں مارا جانے والا شہید ہوتا ہے۔ لیکن جس طرح آپ کے جرنیل آپ کو قوم، وطن، دھرتی ماں یا سرحدوں کی حفاظت کے لیے لڑوا رہے ہیں، احادیث کی روشنی میں یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوتا۔ میں یہ سب باتیں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کہ فوج میں یا ٹی وی وغیرہ پر آپ کو کوئی حقیقت نہیں بتائے گا۔ آپ کے جرنیل اپنے کافر دوستوں کے ہاں آپ کی جان کی بولی لگا چکے ہیں اور قیمت بھی وصول کر چکے ہیں۔ اب جو آپ میں سے عقلمند ہیں وہ تو اپنی دنیا اور آخرت بچا لیں گے اور جو نہیں

سمجھیں گے تو وہ جرنیلوں کے کافر آقاوں کے لیے اس جنگ کا ایندھن بن جائیں گے۔ایک سابق فوجی کی حیثیت سے میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ یہ فوج چھوڑ کر روزی کا کوئی اور ذریعہ اپنالیں۔ اگر یہ مشکل ہے تو کم از کم مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر جانے سے انکار کردیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا اور آخرت میں آپ کو بے پناہ عزت عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر آپ مسلمانوں کے خلاف لڑتے رہے تو ایسے میں پاکستان آرمی کے بارے میں علماء کے فتاویٰ موجود ہیں کہ یہ فوج کفار کی اتحادی ہونے اور نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے مرتد یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ براہ مہربانی اس بارے میں غور کریں اور اپنے آپ کو اسلام کے خلاف جنگ کا ایندھن بننے سے بچائیں۔

اب میں چھوٹے اور درمیانے درجے کے افسروں سے مخاطب ہوتا ہوں۔ ایک وقت تھا کہ میں بھی آپ جیسا ایک افسر ہوا کرتا تھا اور آپ میں سے کچھ لوگ مجھے ذاتی طور پر جانتے بھی ہوں گے۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کے بعد سے اتنے سارے واقعات آپ کی نظروں کے سامنے سے گزر چکے ہیں اور کتنی ہی تباہیاں آپ کی فوج نے یا آپ کے نام پر امریکیوں نے مچائی ہیں۔ مثلاً کافروں کا صف اول اتحادی بننا، قبائل پر فوج کشی، عافیہ صدیقی کا اغواء، سینکڑوں مہاجر مجاہدین کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کرنا، لال مسجد میں مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل عام، عظیم مجاہد شیخ اسامہ بن لادن کی شہادت، قبائلی علاقوں اور سوات میں مسلمانوں کی آبادیوں پر بمباری، جاسوس طیاروں کے ذریعے مسلمانوں کو قتل کرنے میں کافروں کی مدد کرنا اور اسی طرح کے جرائم کی ایک طویل فہرست ہے جو ۲۰۰۱ کے بعد آپ کی فوج سے سرزد ہوئے۔ یہ تمام واقعات کسی بھی عقلمند شخص کو یہ باور کروانے کے لیے کافی ہیں کہ پاکستانی فوج مسلمانوں کے خلاف کفار کی شمشیر بے نیام بن چکی ہے۔ کوئی ایسا شخص کیسے اس فوج کا حصہ رہ سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان باقی ہو؟ آپ اس فوج میں رہنے کے لیے اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کیے ہوئے ہیں؟ شاید آپ کہتے ہوں کہ آپ کی تنخواہ اہم ہے، یا آپ کے بچوں کا مستقبل اہم ہے، یا مفت علاج معالجے کی سہولتیں اور دیگر مراعات اہم ہیں، یا پھر وہ اراضی اور پنشن اہم ہیں جو ریٹائر ہونے کے بعد آپ کو ملنے والی ہیں۔ واللہ، روز قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں یہ وضاحتیں کام نہیں آئیں گی۔ یا پھر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بے بس ہیں اور جرنیلوں کا حکم ماننے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں گو کہ وہ حکم کتنا ہی غیر اسلامی کیوں نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو سنیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں کیا فرماتے ہیں۔

جس دن وہ اوندھے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا-اے ہمارے رب! ان کو دو گنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر- (الاحزاب ۶۸۔۶۶:۳۳)

آپ کے پاس اب بھی وقت ہے۔ اس فوج کو چھوڑ دیں اور اگر کسی کو واقعی لڑنے کا شوق ہے تو وہ آئے اور ایسی جماعت میں شامل ہو جائے جو نفاذ شریعت اور قیام خلافت کے لیے لڑ رہی ہے۔ اگر آپ کو یہ مشکل لگتا ہے تو اتنا تو کریں کہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے انکار کردیں تاکہ آپ روز قیامت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے اور اس دنیا میں شرعی عدالت کے سامنے کوئی جواز پیش کرسکیں۔ یقین کریں کہ اگر آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر کوئی قربانی دیں گے تو وہ بھی آپ کا خیال رکھے گا۔ میری خواہش ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی ایسی حالت میں نہ مرے کہ وہ کفار کا صف اول اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا ہو۔

آخر میں، میں جرنیلوں کو چند مشورے دینا چاہتا ہوں گو کہ مجھے اس کا کوئی خاص فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن میں پیغام رسانی کے فریضے کو پورا کروں گا جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

تو نصیحت کرتے رہو اگر نصیحت کچھ فائدہ دے ڈرنے والا تو نصیحت لے گا (ہاں) بدبخت اس سے گریز کرے گا (۱۱،۱۰،۹:۸۷)

میں تم جرنیلوں کو پاکستان کی ہر مصیبت کا ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ تم لوگ شریعت نافذ نہیں کرتے بلکہ الٹا ہر اس شخص کے خلاف لڑتے ہو جو پاکستان میں شریعت نافذ کرنا چاہتا ہے۔ تم وہ لوگ ہو جو کفار کے سربراہوں سے خفیہ ملاقاتیں کرتے ہو اور بقیہ صفحہ نمبر 39

پاکستانی فوج کے خونی پنجے سے فرار

ایک قیدی کی کہانی جسے پاکستانی فوج نے قتل کرنا چاہا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا

ہمیں جب حکومت پاکستان نے گرفتار کیا، اس وقت میں اسلام آباد میں رہتا تھا اور اپنی غربت کی وجہ سے وہاں سے ہجرت کر کے خیبر پختونخواہ جانا چاہتا تھا۔ میں نے خیبر پختونخواہ میں اپنے لیے کرائے کا گھر ڈھونڈا اور اس کا ہزار روپے بیانہ بھی دیا۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو راستے میں ٹیکسلا کے مقام پر میں دو ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگیا۔ ہمیں گرفتار کرنے والے بظاہر سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس والے تھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پولیس نہیں بلکہ پاکستانی آئی ایس آئی (ISI) والے تھے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھ پیچھے باندھ دیے اور آنکھوں پر پٹی چڑھا کر اسلام آباد میں کسی نامعلوم مقام پر لے گئے۔ جب ہم اپنی منزل پر پہنچے تو ہمیں ایک تہہ خانے میں لے جایا گیا جہاں تفتیش کرنے والے افسران موجود تھے۔ جیسے ہی میں ان فوجی افسروں کے سامنے پیش ہوا تو ان میں سے ایک افسر نے جیب سے چاقو نکال کر میرے کپڑوں کے اوپر رکھا اور میرے سارے کپڑے کاٹ کاٹ کر اتار دیے اور پھر کہا، چلو اب بولو عبد الولی، شکیل اور مہدی کہاں ہیں؟ میں نے کہا میں تو ان لوگوں کو نہیں جانتا۔ مجھے دس بارہ سال ہوگئے ہیں کہ میں اپنے علاقے سے باہر ہوں اور میں وہاں سے آچکا ہوں۔ لیکن پھر انہوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہوگیا۔ تھوڑا ہوش آیا تو انہوں نے مجھے ایک گلاس پانی دیا اور دوبارہ کہا کہ بتاؤ یہ سب کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ نام میں نے سنے بھی نہیں اس لیے کہ بہت عرصہ ہوگیا ہے کہ میں وہاں سے آچکا ہوں۔ آپ کو پتہ ہوگا اور آپ ہی نے سنا ہوگا۔ آپ اس معاملے کو اچھی طرح جانتے ہونگے مگر مجھے ان چیزوں کا بالکل علم نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے میری بات کا یقین نہیں کیا اور مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گئے۔ اس کمرے میں تقریباً میری رانوں تک پانی کھڑا تھا اور مجھے اس کمرے میں برہنہ کر کے کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد روزانہ مجھے پانچ گھنٹے کے لیے برہنہ حالت میں اس پانی والے کمرے میں کھڑا کر دیا جاتا۔ سات دن تک میرے پاس بالکل کپڑے نہیں تھے اور آنکھوں پر پٹی بھی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ میری شرم گاہ کے ساتھ ایک اینٹ کو سوتر کی تار کے ذریعے لٹکا دیتے اور پوچھتے رہتے کہ بتاؤ یہ لوگ کہاں ہیں؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت دی اور میں یہی کہتا رہا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلومات نہیں ہیں۔ انھوں نے میرے ساتھ بہت ظلم و جبر کیا اور کہتے تھے کہ تم ابھی خود بولو گے۔ وہ مجھے ریمانڈ میں اتنا مارتے کہ میں بے ہوش ہو جاتا اور اس کے بعد تھوڑا سا پانی دیتے تھے جس کو پی کر میرے جسم میں تھوڑی بہت قوت آجاتی تھی۔ ان سات دنوں میں وہ مجھے وہاں سے بیت الخلاء لاتے تھے اور قضائے حاجت کے لیے مجھے صرف پانچ منٹ کا وقت دیا جاتا تھا۔ پانچ منٹ میں کہاں قضائے حاجت اور وضو کیا جاتا ہے؟ بیت الخلاء میں ہتھکڑیاں کھول کر ایک ہاتھ کے ساتھ باندھ دی جاتیں اور دروازے کے اندر داخل کیا جاتا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر کہتے تھے کہ پیٹھ پیچھے واپس آنا ہے۔ واپس آکر دونوں ہاتھ دوبارہ پیچھے باندھ دیے جاتے اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر ٹوپی پہنا دی جاتی۔ سات دن تک مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ میں اب کس وقت کی نماز پڑھوں۔ بس وہ لوگ صرف یہی کہتے تھے کہ وضو کرو اور نماز پڑھو۔ میں پوچھتا کہ کس وقت کی نماز ہے تو کہتے کہ شور نہ کرو اور زیادہ پوچھنے پر مارتے بھی تھے۔ پھر میں دریافت کرتا کہ اچھا یہ تو بتا دو کہ قبلہ کس طرف ہے، ذرا مجھے قبلے کا اندازہ تو بتا دو تو بیٹھے بیٹھے گھما دیتے تھے کہ چلو اب نماز پڑھو۔ اس دوران کئی دن گزر گئے۔ میں نے بہت سی راتیں جاگ کر گزاریں جس سے مجھے صبح کی اذان کا وقت ذہن نشین ہوگیا۔ پھر صبح کی اذان کے لحاظ سے میں نے باقی نمازوں کی ترتیب کو قائم کیا۔ اس دوران میرے ساتھ اور بھی بہت سے قیدی تھے۔ میرے اپنے گاؤں کے 15,16 قیدی میرے ساتھ تھے جنہیں میں گپ شپ اور جان پہچان کی وجہ سے جانتا تھا۔ مقامی قیدیوں کے علاوہ اس جیل میں عرب، ترکمن، ازبک اور چین کے قیدی بھی موجود تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی پاکستان کی جیلوں میں قید ہیں۔ اسلام آباد کی اس جیل کے تہہ خانے سے اوپر والی منزل میں ہمارے مجاہدین کی رشتہ دار مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بھی گرفتار کر کے رکھی گئی ہیں اور ہر طرح کا ظلم اُن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سی ایسی سزائیں اور ایسی باتیں ہیں جن کو زبان بیان نہیں کرسکتی۔ زبان تو درکنار ایک قلم بھی ان مظالم کو لکھنے سے قاصر ہے۔ پندرہ دن انہوں نے مجھے سخت اذیتیں دیں۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں بند کیا گیا تھا جس میں صرف ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ جب وہ کھانا لاتے تو اس سوراخ کو کھول دیتے تھے جس میں سے ہلکی سی روشنی آتی تھی اور کھانا کھانے کے بعد اس کو دوبارہ بند کر دیتے تھے اور میں اس بند تاریک کمرے میں بیٹھا رہتا۔ اسی طرح کا معاملہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ بھی روا رکھا گیا تھا۔ تین ماہ تک میں نے ایک بات تک کسی سے نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے کمرے میں تنہا قید تھا اور دوسرے قیدی علیحدہ کمروں میں قید تھے۔ جگہ جگہ ریمانڈ اور تفتیش جاری تھی۔ پندرہ دن بعد مجھے ریمانڈ کی جگہ سے منتقل کیا گیا جس کے دوران انہوں نے مجھے ہر قسم کی سزا دی اور کسی قسم کے جبر سے گریز نہ کیا۔ پاکستانی فوجیوں نے ہمیں بہت سزائیں دیں اور بے عزتیاں کیں یہاں تک کہ پندرہ دن تک مجھے کپڑے بھی میسر نہ تھے۔ کپڑے انہوں نے گرفتاری کے پہلے دن ہی مجھ سے اتار لیے تھے۔ اسی طرح ہر

ساتھی اور ہر مسلمان کا اسلام آباد کی جیلوں میں یہی حال ہے۔اس عقوبت خانے سے منتقلی کے بعد ہمیں ایک جوڑا کپڑوں کا دیا گیا جس کی شلوار میں بچوں کی طرح لاسٹک ڈالا گیا تھا اور اس کو ہم پہنتے تھے۔جو شخص تفتیش کے لیے آتا تھا وہ ان دو دروازوں کو بند کر دیتا تھا جو میرے پنجرے کے باہر تھے۔اگر ان کا کوئی کارندہ آکر کسی ساتھی کو تفتیش کے لئے لے جاتا تو ہمیں پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کس کو لے کر جا رہے ہیں۔

ان قیدیوں میں خوبصورت خوبصورت سفید ریش بزرگ، حجاج اور بچے بھی شامل تھے جن کے ساتھ طرح طرح کا ظلم کیا جاتا تھا۔تقریباً تین ماہ بعد ایک ترکمن بھائی میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے اپنی کارگزاری بیان کی۔وہ پانچ یا چھ ساتھی بلوچستان میں گرفتار ہوئے تھے جب وہ اپنے وطن واپس جا رہے تھے۔اس نے مجھے وہ سارے حالات بیان کیے جو اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ پیش آئے تھے۔میرے قریب وزیرستان کا ایک ساتھی بھی قید تھا۔اس کے ساتھ بہت ظلم ہوتا تھا جس کو دیکھنے کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور میں زار و قطار رونا شروع کر دیتا تھا۔اس کی حالت کو دیکھ کر میں اپنی حالت بھول جاتا۔اس کی وجہ سے مجھے اتنا دکھ ملا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔وہ ساتھی فرما رہے تھے کہ میرے سینے اور پیٹ کو فوجی کلاشنکوف کی بیرل سے مارتے تھے اور کہتے کہ انھوں نے میرے ساتھ بہت ظلم و ستم کیا۔تین ماہ بعد انھوں نے ہمیں گاڑی میں بٹھایا جبکہ ہمارے پاؤں میں نہ جوتیاں تھی اور نہ کپڑے تھے۔بس جانوروں کی طرح گاڑی کے فرش پر بٹھا کر ہمیں کہیں اور لے گئے۔وہاں قیدیوں سے ہم نے دریافت کیا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ پشاور کا قلعہ بالائے حصار ہے۔وہ ساتھی ٹل اور ہنگو سے گرفتار کر کے لائے گئے تھے۔ادھر بھی ساتھیوں کے ساتھ بہت ظلم ہو رہا تھا۔ساتھیوں کے ہاتھ دروازے سے باہر نکال کر دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر کھڑا کر دیتے تھے۔چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ آرام دیتے تھے، اس کے علاوہ ہم سارا دن کھڑے رہتے۔موت کے علاوہ ہر طرح کا ظلم کرتے تھے۔ہم نے تقریباً دس ماہ پشاور میں گزارے۔پھر ایک دن ایسا آیا کہ غالباً رات کے بارہ بج رہے تھے۔افسر آئے اور پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا بلال۔تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے کپڑے بدلو اور تیار ہو جاؤ۔وہاں انھوں نے مجھے صرف دو جوڑے کپڑے دیے تھے جس میں سے ایک جوڑا میں پہنتا تھا اور دوسرے کو خود غسل خانے میں دھوتا تھا۔ہمارا کمرہ اتنا چھوٹا تھا جتنا ایک بیت الخلاء ہوتا ہے۔اسی میں ہم سوتے تھے، اسی جگہ ہم قضائے حاجت بھی کرتے تھے اور اسی جگہ نماز بھی پڑھتے تھے۔اسی بیت الخلاء نما کمرے میں ہم نے دس ماہ گزارے۔اس پورے عرصے میں میں نے نہ سورج کی روشنی کو دیکھا تھا اور نہ مجھے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ دن ہے یا رات ہے۔بس اذان ہوتی تو وہ کہتے کہ یہ اس ٹائم کی اذان ہے نماز پڑھ لو۔تو میں کہہ رہا تھا کہ رات کے بارہ بجے ہمیں باہر نکالا۔میرے ساتھ ایک اور ساتھی بھی تھا جس کا نام حسین شاہ تھا اور قریب ایک اور ساتھی بھی تھا جس کا نام عبدالخالق تھا۔ان کے علاوہ ہمارے گاؤں کے ایک حاجی صاحب بھی تھے جو بہت ہی نیک انسان تھے۔میں نے قید کے دوران ان سے قرآن پاک بھی پڑھا تھا۔اس کی صورت یہ تھی کہ وہ اپنے کمرے سے تلاوت کرتے تھے اور میں یہاں اپنے کمرے میں ان کے پیچھے پڑھتا تھا۔اسلام آباد میں جب تھے تو وہاں بولنے پر پابندی تھی لیکن پشاور میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ اور گپ شپ ہوتی تھی۔کمرے بالکل قریب قریب تھے اور ایک ایک کمرے میں ہم تین تین قیدی ہوتے تھے اور یہیں وہ ہمیں سزا دیتے تھے۔ان قیدیوں میں پانچ ساتھی ہمارے گاؤں کے تھے جنہیں میں جانتا تھا۔ہم سب کو جیل سے باہر نکال کر جب گاڑی کے فرش پر بٹھایا تو ہمارے ہاتھوں سے لوہے کی ہتھکڑیاں نکال لیں۔اس افسر نے اپنے سنتری سے کہا کہ جاؤ ہتھکڑیاں لے کر آؤ۔سنتری نے پوچھا کہ کتنی لے کر آؤں؟ افسر نے کہا کہ پلاسٹک والی سولہ ہتھکڑیاں لے کر آؤ۔مجھے اس سے اندازہ ہوا کہ ہم کتنے ساتھی ہیں کیونکہ ہاتھ تو پیچھے باندھے گئے تھے، آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور منہ پر بھی نقاب ڈالا گیا تھا۔اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میرے ساتھ اور بھی بندے ہیں یعنی میں اکیلا نہیں ہوں۔پھر ایک گاڑی سے اتار کر دوسری گاڑی میں بٹھایا اور راتوں رات وہ گاڑی وہاں سے نکل آئی۔غالباً ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد وہ گاڑی آہستہ ہوئی اور سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی۔ہمارے دل میں یہ تھا کہ شاید کوئی بات چیت ہوئی ہو اور اس جگہ یہ فوجی ہمیں چھوڑ دیں گے۔گاڑی آہستہ سے سڑک سے نیچے اتری اور پھر کچے راستے پر دوبارہ سفر شروع کیا۔تقریباً دس منٹ کا سفر طے ہوا تھا کہ ڈرائیور نے گاڑی کو روکا اور ایک آدمی کو نیچے اتارا۔میں نے کان لگا کر سننا چاہا کہ ڈرائیور نے اس آدمی کو کیوں اتارا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تو ان کا اپنا ساتھی تھا۔اس کو اتار کر گاڑی دوبارہ روانہ ہوئی۔اس دوران کسی نے کلاشنکوف کو لوڈ کیا اور اس کے لوڈ ہونے کی آواز میں نے خود اپنے کانوں سے سنی۔الحمدللہ اس وقت میرا حوصلہ بالکل ٹھیک تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید یہ اب ہمیں یہاں پر چھوڑ دیں گے۔

گاڑی تھوڑا سا مزید آگے جا کر دوبارہ رک گئی اور وہ شخص آیا اور دروازے کو کھولا۔میں دروازے کے بالکل پاس بیٹھا تھا۔اس نے مجھے کہا کہ نیچے اترو۔میں نیچے اترا اور فوجیوں نے مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا۔پھر اس کے بعد دوسرے ساتھی کو اتارا یہاں تک کہ سب کو اتار کر ایک قطار میں کھڑا کر دیا۔میں نے جوتی اتار کر اپنے پاؤں کو زمین پر ہلکا سا رکھا تا کہ معلوم کر سکوں کہ یہ کیسی جگہ ہے۔رات تھی اور آنکھوں پر پٹی بھی بندھی ہوئی تھی تو وہ علاقہ ریتلا اور گھاس والا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ دریا کا کنارہ ہو۔مجھے تھوڑا سا خوف محسوس ہوا کہ اس ویران جنگل میں یہ لوگ شاید ہمیں شہید کر دیں گے اور

کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا۔ وہاں ایک دوسرا شخص تھا، اس کے پاس وائرلیس تھا اور وہ انگریزی میں کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ ہمیں تو انگریزی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا بول رہا تھا۔ پانچ منٹ بعد وہ ایک ایک سے پوچھنے لگا کہ تمہارا کیا نام ہے اور تمہارا کیا نام ہے۔ سب نے ترتیب سے اپنے نام بتائے۔ ان میں سے پہلے جو پانچ نام تھے وہ میرے اپنے گاؤں کے ساتھی تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے ساتھیوں کو میں نہیں جانتا تھا۔ ہم تقریباً پندرہ یا سولہ ساتھی تھے۔ اس دوران ایک شخص نے آواز دی کہ ان سب کو لے آؤ اور فوجی ہمیں گریبانوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے کر چلنے لگے۔ ہم تو قیدی تھے۔ ہاتھ اور آنکھیں بندھی ہوئی تھیں۔ دس پندرہ منٹ چلنے کے بعد کیچڑ آیا تو میں نے اس شخص سے کہا جس نے مجھے پکڑا تھا کہ تھوڑا گزارا کرو اور آرام سے لے کر جاؤ۔ اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا کہ آرام آرام نہ کرو۔ آگے چلو میں ابھی تمہیں آرام دیتا ہوں اور ایک زور کا دھکا دیا جس کی وجہ سے میری جوتیاں اسی کیچڑ میں رہ گئیں۔ خیر تھوڑا چلنے کے بعد چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں شروع ہوئیں جو آگے چلتے چلتے بڑھتی گئیں، یہاں تک کہ ہمارے سروں کو چھونے لگیں۔ بس اللہ تعالیٰ عظیم بادشاہ ہے۔ اس دوران میں نے سورۃ الکافرون سے سورۃ الناس تک تلاوت کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے امداد مانگی۔ میں نے کہا کہ یا اللہ اگر ہم آپ کی رضا کے لیے نکلے ہیں تو آپ ہماری مدد و نصرت فرمائیں اور اگر ہمارا مقصد دنیا ہے یا کوئی اور ذاتی مفاد ہے تو ہمیں ایسے ہی چھوڑ دیں۔ پھر میں نے اپنے ہاتھ کو ہتھکڑی سے نکالنے کی کوشش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے میرا بایاں ہاتھ ہتھکڑی سے باہر نکل آیا۔ میں نے آہستہ سے بائیں ہاتھ کو بغل کی طرف سے اوپر کیا اور آہستہ سے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو مجھے کچھ روشنیاں دکھائی دیں۔ میں نے دوبارہ احتیاطاً ہاتھ کو پیچھے کر دیا کہ شاید فوجیوں کے پاس ٹارچ وغیرہ ہو اور وہ میرا کھلا ہوا ہاتھ دیکھ لیں۔ میں نے انتظار کرنا شروع کر دیا کہ دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑا سا آگے گئے تو میرا ذہن جلدی جلدی پلٹ رہا تھا اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ تو کوئی جیل نہیں ہے اللہ کے بندے، یہ تو کوئی دوسری ہی دنیا ہے۔ میں نے دوبارہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کی پٹی کو ہلکا سا اوپر کیا تو میں نے دیکھا کہ ہم ایک بہت بڑے جنگل میں جا رہے تھے۔ ایک فوجی اپنے افسر کے لیے جھاڑیوں کو ہاتھ سے ہٹا ہٹا کر راستہ بنا رہا تھا جبکہ ہمیں انہی جھاڑیوں میں کھینچ کر لے جا رہے تھے جس کی وجہ سے ہمارے پاؤں میں کانٹے چبھ رہے تھے اور چلنے میں بہت مشکل ہو رہی تھی۔ میں نے پٹی کو آنکھ سے اوپر اٹکا دیا اور دوبارہ ہاتھ پیچھے باندھ دیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو پتہ چل جائے کہ میرے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ اچھا ان جھاڑیوں کے درمیان ایک جانوروں کا راستہ تھا جہاں مجھے گھٹنوں کے بل بٹھا دیا۔ میرے تو ہاتھ کھلے تھے لیکن دوسرے ساتھیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ پھر فوجیوں نے ہم سب ساتھیوں کو ایک دوسرے کے پیچھے قطار میں بٹھا دیا۔ اس دوران میں نے اپنے سر سے نقاب اٹھا دیا۔ دونوں اطراف سے جھاڑیوں کا سایہ تھا جس کی وجہ سے پاکستانی فوجی مجھے نہیں دیکھ پا رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ میری آنکھوں پر ابھی بھی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ لیکن پٹی میری ایک آنکھ سے ہلکی سی اوپر تھی جس کی وجہ سے مجھے سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس پٹی کو تو اللہ نے اٹھایا تھا میرا کوئی کمال نہ تھا۔ میرے سامنے والے ساتھی کے سر سے بھی نقاب اتار دیا جو سفید ریش بزرگ تھا اور بہت نیک اور اچھا انسان تھا۔ اس کے سفید بال چمک رہے تھے۔ جب فوجی آگے چلے گئے تو میں ایک دم اس کی طرف بڑھا تا کہ اس کے ہاتھ کھول دوں۔ وقت بہت کم تھا۔ جب میں نے اس کے ہاتھ کھولنا چاہے تو اس نے ہاتھوں کو ہلایا اور اشارہ کیا کہ شور نہ کرو۔ باقی سب ساتھیوں میں سے کوئی ذکر کر رہا تھا اور کوئی آہیں بھر رہا تھا کیوں کہ موت بہت کڑوی چیز ہے۔ پھر فوجی نے تیسرے ساتھی سے نقاب اٹھایا اور اپنے ساتھی کو نقاب پکڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کلاشنکوف مجھے دو اور ان سب سے نقاب اٹھاؤ۔ وہ فوجی آپس میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے پیچھے دیکھا تو یہ راستہ پیچھے کی طرف نکل رہا تھا۔ اس میں میرا کوئی کمال نہ تھا بلکہ مجھے خود تعجب ہو رہا ہے اس سارے واقعے کو بیان کرتے ہوئے۔ یہ تو بس اللہ کی مدد تھی میرے ساتھ۔ موقع دیکھ کر میں نے آنکھ سے پٹی کو اتارا اور پیچھے کی طرف جھاڑیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ جاری ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: سعودی عرب کے مفتی اعظم کا فتویٰ اور ایس ایم ایس کا جواب

اگر مجاہدین امریکہ یہود و نصاریٰ کے لئے لڑ رہے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ امریکہ اپنے ان پیاروں کے خلاف پاکستان کو سالانہ ڈیڑھ ارب ڈالر کیوں دے رہا ہے؟ امریکہ افغان آرمی کو چھ بلین ڈالر سالانہ کیوں دیتا ہے؟ امریکہ نے کیوں ان لوگوں کو ڈرون حملوں اور جیٹ طیاروں سے نشانہ بنایا جو ان کی منصوبوں کی تکمیل کیلئے کوشاں تھے؟ اگر کالم نگار ذرا سا بھی سوچ و بچار کا مادہ رکھتا تو اسے نظر آتا یہود و نصاریٰ کے دوست کون ہیں اور ان کے دشمن کون ہیں۔ لیکن یہ لوگ یا تو تعصب کی وجہ سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں یا اللہ نے ان کی عقل پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

خوشخبری

تمام قارئین کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار کی میڈیا کمیشن کی جانب سے احیائے خلافت میگزین اب انگریزی زبان میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ احیائے خلافت (انگریزی) کی پہلی قسط شائع ہو چکی ہے۔ جو کہ ہمارے بلاگ ihyaekhilafat@gmail.com اور دیگر تمام جہادی فورمز پر موجود ہے۔ جزاک اللہ خیرا

خلافت کی اہمیت قرآن کی نظر میں

مولانا ابوالحسن صالحی صاحب، (اسلام آباد)

اور اس وقت کو خیال میں لاؤ جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ ''تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں'' (البقرہ، ۳۰)

اس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور خلافت ارضی کو بیان فرمایا گیا۔ تخلیق آدم ایک بنیادی بات ہے اللہ نے اپنی خلافت آدم علیہ السلام کو عطاء کی اور یہ خلافت بنی نوع انسان میں ودیعت کر کے خلافتِ ارضی کے مسئلے کو واضح کر دیا، گویا کہ اس رکوع کا موضوع خلافتِ ارضی ہے۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق اس واسطے ہوئی ہے کہ اُسے دنیا میں خلیفہ مقرر کیا جانا ہے لہذا آدمؑ کی تخلیق مستقل تخلیق نہیں بلکہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں خلافت کا ایک اہم ترین مسئلہ بھی سمجھا دیا۔

خلیفہ کا معنی جو اس مقام پر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ یعنی نیابت انجام دینے والا پیدا کیا۔ انسان کے علاوہ باقی بے شمار مخلوقات بھی اس زمین پر پیدا کی گئی ہیں، مگر خلافت کا حق اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دیا ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ زمین اور ساری کائنات کی اصل بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کی ہے آدم علیہ السلام کو صرف نیابت تفویض ہوئی ہے۔ گویا انسان دنیا میں خلافت اپنی مرضی سے انجام نہیں دے گا بلکہ حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور انسان اس حکم کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس خلافت کا وعدہ فرمایا اور جس کو پورا فرمایا وہ یہی خلافت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نظام، نظام خلافت ہے نہ کہ نظام جمہوریت وملوکیت۔ دین میں ملوکیت اور جمہوریت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انسان تو اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ کرنے والا ادارہ ہے اس کی اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے کہ جس قسم کے احکام وقوانین چاہے نافذ کرے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل کرنے ہوں گے۔ مسلمانوں کے تمام جماعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ خلیفہ منتخب ہونا چاہئے اور خلیفہ کو مقرر کرنا واجب ہے۔ صرف ایک خارجی فرقہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ حکومت صرف اللہ ہی کی ہے۔ کوئی اس کا خلیفہ نہیں ہے۔ انارکسٹ لوگ ہیں جو خلافت کو تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق ہی بطور خلیفہ کی ہے اس معاملہ میں شیعہ مذہب بھی باطل ہے کہ اس کے پیروکار خلیفہ یا حاکم (امام) کو معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ مانتے ہیں۔ یہ نظریہ بھی غلط ہے کیونکہ خلیفہ کو منتخب کرنے والے انسان ہوتے ہیں اور وہی اسے معزول بھی کر سکتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اہل السنۃ والجماعت کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ خلیفہ کا انتخاب واجب ہے اس کو منصوص اور مقرر نہیں کیا گیا ہے بلکہ جماعت المسلمین پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ اپنے میں سے بہتر شخص کو اس منصب پر فائز کرلیں خلیفہ کے بغیر نظام ارضی کا چلانا درست نہیں ہے صحابہ کرام اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے چنانچہ حضور علیہ السلام کی وفات پر مسئلہ خلافت آپ کے دفن سے پہلے طے کر لیا گیا۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اگر مسئلہ خلافت طے نہ کیا جاتا تو امت کے اختلافات کا ختم ہونا ممکن نہ تھا۔

انتخاب خلیفہ کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مسلمان جس کو چاہیں اپنے میں سے بہتر شخص کو خلیفہ منتخب کر لیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا۔

دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ خلیفہ خود کسی بہتر شخص کو خلیفہ نامزد کریں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے ذریعے حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا کہ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنا دینا، اسلئے کہ حضرت عمرؓ امت میں بہترین شخص تھے ان کا انتخاب اس طرح عمل میں آیا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ خلیفہ ایک شوریٰ بنائے اور وہ شوریٰ خلافت کا فیصلہ کریں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کا فیصلہ کرنے کے لئے چھ آدمیوں کی شوریٰ قائم کی اور فرمایا کہ میرے بعد خلافت کا فیصلہ یہ لوگ کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔

خلافت پر فائز ہونے کی ایک چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص خود بخود غلبہ پا کر حکومت حاصل کرتے رہتے ہیں ایسا شخص بھی قابل اطاعت ہے ہاں اگر وہ شریعت کے احکام جاری کرنے میں کوتاہی کرے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

ان آیات سے پہلی حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ انسان کی حیثیت اس دنیا میں خدا کے خلیفہ اور نائب کی ہے۔ یہ بات قرآن مجید کے الفاظ میں نہایت واضح طور پر کہی گئی ہے۔ اس خلافت اور نیابت کی حقیقت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس کے کچھ لازمی تقاضے ہیں جن کے پورے ہوئے بغیر خلافت کا تصور مکمل نہیں ہوسکتا۔

ہمارے نزدیک یہ تقاضے بالا جمال یہ ہیں ایک یہ کہ انسان کو ایک خاص دائرے کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار تفویض ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ذات خود ہر جگہ حاضر وناظر ہو جو ہر قسم کے تصرف پر خود پوری پوری قدرت رکھتی ہو جو کسی کی مدد اور کسی کی اعانت کی محتاج نہ ہو جس کو ایک پل کے لئے بھی اپنی مملکت کے امور ومعاملات سے دستکش یا غیر حاضر ہونے کی ضرورت پیش نہ آتی ہو، اس کی طرف سے کسی کو اپنا خلیفہ یا نائب بنانے کا معنی اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ وہ اپنے خلیفہ کو کچھ اختیارات دے کر یہ امتحان کرنا چاہتی ہے کہ یہ ان اختیارات کو کس طرح استعمال کرتا ہے ان کو اپنے مستخلف کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے یا اس کی مرضی سے بے پرواہ ہو کر اپنی من مانی کرنے لگ جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جب انسان خلیفہ اور نائب ہے تو یہ عین اس کی خلافت اور نیابت کا اقتضا ہے کہ مستخلف کی طرف سے اس کی آزادی کے حدود معین ومعلوم ہوں، اس کو واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہو کہ کن امور میں اس کو مستخلف کے مقرر کردہ حدود کی پابندی کرنی ہے اور کن امور میں اس کو اپنی صوابدید پر عمل کرنے کی آزادی بخشی گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر اگر کی جائے تو یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ عین خلافت ونیابت کی فطرت کا اقتضاء ہے کہ انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے خدا کی طرف سے شریعت وہدایت نازل ہو۔

تیسرا یہ کہ جب انسان خدا کا خلیفہ اور نائب ہے تو اس کے مطلق العنان اور غیر مسئول ہونے کا تصور بنیادی طور پر غلط ہے کوئی صاحب قدرت اور علیم وخبیر مستخلف اپنے خلیفہ کو شتر بے مہار بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ لازماً اپنے خلیفہ کی ایک ایک بددیانتی اور ایک ایک خیانت پر اس سے مواخذہ بھی کرے گا اور اگر اس نے اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دئے ہونگے تو اس کو اس کی خدمات کا بھرپور صلہ بھی دے گا۔

چوتھا یہ کہ عین منصب خلافت کی فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ منصب صفات بقیہ صفحہ نمبر: 35

محمد بن قاسمؒ کی فتوحات کا راز

ابوثمامہ حقانی

محمد بن قاسمؒ وہ عظیم کم عمر جرنیل تھے ،جنہوں نے سندھ فتح کر کے برصغیر کے دروازے اسلام کی تبلیغ کیلئے کھول دیے تھے۔دنیا نے ایسے جرنیل بہت ہی کم دیکھے ہیں کہ جنہوں نے قوموں کی تقدیریں بدل کر رکھ دیں۔محمد بن قاسمؒ کی کامیابیاں اسلام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔محمد بن قاسمؒ ۷۵ ہجری میں طائف کے قبیلہ بنوثقیف میں پیدا ہوئے اور طائف ہی میں بچپن گزارا۔حجاج بن یوسف ان کا چچا تھا۔جب حجاج عراق کا گورنر بنا تو اس نے محمد بن قاسمؒ کے والد کو بصرہ کا عاسل بنادیا۔محمد بن قاسمؒ بچپن ہی سے بے پناہ صلاحیتوں کے حامل تھے اور حجاج کو بھی ان کی صلاحیتوں کا اندازہ تھا۔۹۰ ہجری میں جب محمد بن قاسمؒ کی عمر پندرہ سال تھی تو حجاج نے انہیں کردوں سے جنگ لڑنے کیلئے ایران بھیجا۔اس جنگ میں محمد بن قاسمؒ کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں۔اس کے کچھ عرصہ بعد سندھ کے راجا داہر نے مسلمان مردوں،عورتوں اور بچوں کا قافلہ لوٹ کر ان کو قیدی بنالیا۔اس خبر سے حجاج سخت غضب ناک ہوا اور اس نے محمد بن قاسمؒ کو سندھ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔اسلام کا یہ کم عمر جرنیل فوراً سندھ روانہ ہوگیا۔

اس وقت وہ صرف ۱۷ برس کے تھے۔انہوں نے ۹۲ ہجری میں دیبل شہر کو فتح کرلیا۔آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق دیبل وہی شہر ہے جس کے کھنڈرات کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان بھنبھور کے نام سے مشہور ہیں۔دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ نے راجہ داہر سے مقابلے کیلئے پیش قدمی کی۔اس موقع پر راجہ داہر نے محمد بن قاسمؒ کو ایک خط لکھا۔اس خط کا مضمون پڑھنے اور غور کرنے کی لائق ہے لیکن اس خط سے زیادہ فکر اور قابل توجہ وہ جواب ہے جو محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو لکھا۔راجہ داہر نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ یہ خط ہند کے راجا اور جنگل و دریا کی بادشاہ کی طرف سے متکبر اور مغرور محمد بن قاسم کو لکھا جارہا ہے۔جس نے اپنی بے وقوفی سے اپنے لشکر کو تباہی اور ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔''خبردار'' آگے قدم نہ بڑھانا۔ہمارے مقابلے میں آکر تم اپنی جان مشکل ہی سے سلامت لے جاسکو گے۔

محمد بن قاسم نے جواب میں یہ لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط محمد بن قاسمؒ کی جانب سے ہے جو مسلمانوں کا بدلہ اور سرکشوں اور نافرمانوں سے حساب لینے آیا ہے،میں تمہاری بے سروپا باتوں سے واقف ہوں۔تم نے اپنی طاقت اور حکومت کی جو ڈینگیں ماری ہیں اس کو جانتا ہوں۔ہمارا بھروسہ تو صرف اللہ پر ہے۔مجھے اس کے فضل سے یقین ہے کہ جہاں بھی میرا اور تمہارا مقابلہ ہوگا میں تمہیں ان شاءاللہ ذلیل ورسوا کروں گا۔مجھے یقین ہے کہ ان شاءاللہ آخری فتح ہماری ہوگی۔

اس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے دیبل کے بیٹے بجرا کو زبردست مقابلے کے بعد شکست دے کر ''سیہون'' کو فتح کرلیا،اب محمد بن قاسمؒ آگے بڑھے اور راجہ داہر بھی فوج لے کر دریائے سندھ کے مشرق کنارے پر آپہنچا۔ایک گھمسان کی جنگ کے بعد مسلمانوں نے دریا عبور کر کے راجہ کی افواج کو پیچھے دھکیل دیا۔اروڑ کے ضلع کے قریب راجہ داہر سے دوبارہ آمنا سامنا ہوا اور یہاں فیصلہ کن معرکہ لڑا گیا۔راجہ داہر کی فوج کو شکست فاش ہوئی اور خود قتل ہوگیا۔اس دوران محمد بن قاسمؒ کو حجاج سے خطوط کے ذریعے لگاتار ہدایات مل رہی تھیں۔محمد بن قاسمؒ بھی حجاج کو مسلسل اپنی سرگرمیوں سے باخبر رکھے ہوئے تھے۔حجاج بن یوسف نے سندھ اور کوفہ کے درمیان ڈاک پہنچانے کا اتنا اچھا نظام قائم کیا تھا کہ اسے ساتوں روز خط مل جاتا تھا۔اپنے خط میں حجاج نے محمد بن قاسمؒ کو نصیحت کی۔

جو کچھ تم نے لکھا ہے میں اس واقف ہوں۔مجھے یقین ہے کہ یہ کام بھی اللہ کے حکم اور اس کی توفیق سے تمہارے حق میں ہوگا۔تم ہمیشہ اپنے کاموں پر پانچ وقت کی نماز کو مقدم رکھو۔ہر نماز میں اللہ کے سامنے رو رو کر دعائیں مانگا کرو۔ہر وقت اللہ کا ذکر زبان پر جاری رکھو۔اس کی رحمت اور مدد کے بغیر کبھی قوت اور شوکت نصیب نہیں ہوگی۔اگر تم اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھو گے تو ان شاءاللہ فتح اور کامیابیاں حاصل کروگے۔

ایک اور خط میں حجاج بن یوسف نے لکھا

حکومت چلانے کے چار اصول ہیں (۱) رعایا کے ساتھ نیکی اور نرمی کا برتاؤ (۲) حق داروں کو انعام سے نوازنا (۳) دشمن کے مزاج کو پہچاننا اور اس کے مقابلے کیلئے صحیح رائے قائم کرنا (۴) مقابلے میں ہمیشہ بہادری اور قوت سے کام لینا اور دشمن کو اس حد تک مجبور کرنا کہ وہ تمہارا فرمان بردار ہوجائے۔

اگر یہ اصول تمام اسلامی ممالک کے حکمران اپنالیں تو پھر غیر مسلم ممالک کو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ ہوگی۔یہی اصول محمد بن قاسمؒ کی فتوحات کا راز تھے۔

اسلام کے اصول نمائش کیلئے نہیں ہوتے۔یہ اصول اور احکام نافذ اور عمل کرنے کیلئے ہیں۔ہم نے انہیں پرانی یادگاروں کی طرح الماریوں میں بند کردیا ہے حالانکہ یہ لباس کی طرح ہر وقت پہننے کی چیز ہیں۔موجودہ حکمران بھی قرآن وحدیث کے مدّ مقابل کھڑے ہیں۔مثلاً قرآن کہتا ہے کہ (۱) چوری کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے بقیہ صفحہ نمبر:25

کام وہی، مگر انداز بدل گئے!

مجاہد عمر خراسانی

علامہ اقبالؒ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف وستم اور

اس شعر میں علامہ اقبال زمانے کے بدلتے انداز کی وضاحت کرتے ہیں کہ کام وہی ہے، مگر انداز ، زمانہ، چہرے، اور حالات بدل گئے ہیں۔

اگر ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں اور آپ ﷺ کے مکی دور پر نظر دوڑاتے ہوئے اُس زمانے کا آج کے دور کے ساتھ موازنہ کریں تو بہت سے امور میں ہمیں مشترک نظر آئیں گے۔ انگریز نے اُس زمانے کے لیے ایک تحقیر آمیز اصطلاح Stone Age یعنی پتھر کا زمانہ استعمال کی ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کے لیے وہ زمانہ ایک سنہرا دور یعنی Golden Age تھا۔ نبی کریم ﷺ سے بہتر رہنما بنی نوعِ انسان کو نہ کسی دور میں ملا اور نہ ہی ملے گا اسی طرح وحی کے ذریعے اُتاری گئی تعلیمات سے بہتر رہنمائی اور نظام ملنا بھی ناممکن ہے۔ آج کے زمانے کو انگریز Modern Age یعنی ترقی یافتہ زمانہ کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ دور ایک ایسے دجالی سانچے میں ڈھلا ہوا نظام ہے جس نے انسانی معاشرے کو انسانیت اور انسانی اقدار سے کافی دور کیا۔ دولت مند اربوں کھربوں ڈالر کے مالک ہیں لیکن دوسری طرف اگر اربوں نہیں تو کروڑوں انسان ایسے ہیں جنہیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔

اگر ہم ۱۴۰۰ سال کے اس دور پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے ہر شعبہ میں بہت بڑی بڑی تبدیلیاں رُونما ہو چکی ہیں۔ غیرت کی جگہ Be Realistic اور Be Mature جیسے الفاظ نے لے لی۔ حکومت آدمیوں سے شروع ہو کر کرسیوں پر ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ پہلے حکومت اللہ تعالیٰ کے قوانین نافذ کرنے والے خلفاء کی ہوتی تھی اور آج کرسیاں حکومت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اُس زمانے میں کعبہ کے اندر مٹی اور گارے سے بنے ہوئے ۳۶۰ بت موجود تھے۔ آج وہ بت دوبارہ آ چکے ہیں لیکن اُن کی حالت اور شکل بدل گئی ہے۔ جیسے جیسے زمانے کے انداز بدلے، ان کی شکلیں بھی تبدیل ہوتی گئیں۔ یہ بت اب مٹی گارے کی شکل میں نہیں بلکہ وطنیت، قومیت اور اندھی عصبیت جیسے نظریات کی شکل میں موجود ہیں۔

مسلمان اُمت میں آج تک دین اور علماء کی عزت واحترام کا جذبہ پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بغیر تحقیق ودلیل کے ان کی بات مانتے ہیں۔ پھر جب ان علماء کی نسبت حرم مکی اور حرمِ مدنی سے ہو تو ان کے دلوں میں وہ عقیدت اور احترام اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ جب اس نسبت پر چند دین فروشوں اور درباریوں کا قبضہ ہوا تو انہوں نے اسے اپنے حکمرانوں کے مفادات کی تکمیل کے لئے استعمال کیا۔ یہی کچھ نبی ﷺ کے دور میں یہود ونصاریٰ کا وطیرہ تھا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید میں سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

انہوں نے للہ کو چھوڑ کر اپنے دینی پیشواؤں اور علماء ومشائخ کو اپنا رب بنا لیا ہے

ان علماء یہود نے لوگوں کو اپنی طرف سے حلال وحرام کے احکامات دیے تھے جس کا آسمانی احکام سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ یہی حال آج کچھ نام نہاد علماء کا ہے۔

بنی اسرائیل کو شرک کے اندھیرے میں وہ ''مقدس سنہری بچھڑا'' لے کر آیا۔ اسی طرح ان کو ہم نے مقدس گائے کی حیثیت دے رکھی ہے جن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں فرمایا:

وقت است کہ بگشایم میخانۂ رومی باز
پیران حرم دیدم، در صحن کلیسا مست۔

(وقت آ گیا ہے کہ رومی کے مے خانے کو دوبارہ کھولا جائے۔ میں نے حرم کے پیروں کو صحنِ کلیسا میں مست دیکھا ہے)۔

اسی طرح اُس زمانے میں پتھر کے بتوں کو بطورِ آمدنی بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ دنیا بھر سے لوگ آتے اور بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے، جو بعد میں مکہ کے سرداروں کی جیبوں میں آمدنی کی شکل میں جاتے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، نے کہا تھا ''کہ محمد ﷺ جس کلمے کی دعوت دے رہے ہیں یہ عام کلمہ نہیں؛ بلکہ یہ ہماری روزی روٹی بند کرا دے گا۔ یہ کلمہ اگر نافذ ہو گیا تو بت نہیں رہیں گے اور بت نہیں رہیں گے تو چڑھاوے کون چڑھائے گا؟''۔ اسی طرح آج کے اس معاشرے کو دیکھا جائے تو ایک بت یہاں بھی ہے جس کے نام پر کچے ذہن کے نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کر کے اُنہیں اپنے ذاتی مقاصد کے لیئے لڑایا جاتا ہے۔ وہ بت Nationalism یعنی وطنیت کا ہے۔ یہی بت کبھی مغربی تعلیم کی شکل میں موجود ہے تو کبھی اُستاد اور دنیادار عالم کی شکل میں، کبھی ''انقلاب'' کی شکل میں تو کبھی ''بی بی شہید اور بھٹو شہید'' کی شکل میں اور کبھی ''وقار'' کی شکل میں۔ اسی بت نے اپنے ذاتی کفریہ مقصد کے لیے جزبات کی باریک تار کو چھیڑ کر اُمت کو تباہ کیا۔ بقولِ علامہ اقبالؒ:

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے

پھر اسی نظم وطنیت میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداوں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے۔

وطنیت کے بت گروں نے ''مقدس'' اور'' بابرکت'' جیسے الفاظ استعمال کر کے اس بت کی پہچان کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ مکہ کے مشرکوں کو بھی '' باپ دادا مقدس'' جیسے الفاظ نے ہلاک کروایا اسی طرح آج کے ''مسلمان'' جو اپنے آپ کو پاکستانی، ایرانی اور افغانی پہلے سمجھتے ہیں مسلمان بعد میں، اُنہیں بھی بس ایسے ہی الفاظ نے ہلاک کروایا۔

اُس زمانے کی جنگیں جس میں آمنے سامنے کی لڑائی ہوتی تھی، جس میں پتھر سے پتھر ٹکرا تا تھا اور لوہے سے لوہا مارا جاتا تھا۔ آج بھی وہی جنگیں ہیں لیکن دجالیت کے سانچے سے گزری ہوئی، جن میں دھوکہ دہی اپنی عروج پر ہے۔ وہی جنگیں آج پھیل کر زندگی کے مختلف شعبوں میں سرایت کر چکی ہیں۔ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسے علم نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں وہ حالت جنگ میں ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے۔ انداز کے اس فرق کو اگر ہم سمجھ جائیں تو اس زمانے کو سمجھنا اور ان جنگوں کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ لوگ صرف خاندان، دفتر اور کاروبار کے مسائل تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں اور انہیں مسائل کے متعلق وہ اپنی اولاد کو تعلیم دیتے ہیں لیکن وسیع تر معاشرتی اور حکومتی سطح کے مسائل تک نہ لوگوں کی سوچ پہنچتی ہے اور نہ ان مسائل کے بارے میں سوچنے کے لیے لوگوں کے پاس وقت ہوتا ہے۔ شائد Modern Age یا ترقی یافتہ زمانے نے لوگوں کی سوچوں کو محدود کر دیا ہے حتیٰ کہ دین کی افادیت کو بھی کم کر کے محض نجی زندگی تک محدود کر دیا گیا ہے۔

انسان کا تعلق اللہ سے ہے اور اللہ نے اس کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ جب اس کا رابطہ اللہ سے کٹ جائے یا رابطے میں دراڑ آ جائے تو پھر یہ تعلق محدود ہو جاتا ہے۔ اس کو آدھی بات سمجھ میں آتی ہے اور آدھی نہیں آتی۔ اور پھر یہ اُس آدھی سمجھ پر عمل کرتا ہے جو اسے ملی ہے۔ لہٰذا پھر یہ انسان اُسی ادھوری سوچ کے پلڑے میں اس معاشرے اور اس میں بسنے والے انسانوں کو تولتا ہے۔ ایسا انسان پھر زمانے کے بدلتے ہوئے انداز کے فرق کو سمجھ پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی صورت میں ایک مکمل ضابطہ عطا کیا ہے لیکن مسلمانوں نے اُسے گھٹا کر انفرادی زندگی تک محدود کر لیا ہے۔ دین سے دور مسلمان ایک محدود دائرہ کار میں جی رہے ہیں جو ان کو خودغرضی کے ساتھ ساتھ صرف اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا اور کیریئر بنانا سکھاتا ہے۔ جو انسان کو ایک Social Animal معاشرتی جانور تو بناتا ہے لیکن قائد یا خلیفہ نہیں بناتا۔

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

اگر ہم آج کے مسائل اور امن وامان کی دگرگوں صورتِ حال کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اور اپنے دشمن کو پہچاننا چاہتے ہیں تو ہمیں نبی ﷺ کے سنہرے دور اور دورِ جدید کے فرق کو سمجھنا ہوگا۔ یہ فرق ہم پر تبھی واضح ہوگا جب ہم اپنے گرد اس محدود دائرے کو توڑ کر اشرف المخلوقات کے درجے پر رہ کر سوچیں گے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں گے۔ اگر ہم اس محدود دائرے میں رہتے ہوئے Social Animal معاشرتی جانور کی طرح سوچیں گے اور اللہ کی رسی میں سے کسی ایک دھاگے کو پکڑیں گے تو ہمارا انجام تباہی ہے۔ حقیقت کو سمجھنے میں ہی کامیابی ہے، اور حقیقت صرف ایک اللہ کی ذات ہے اور اُس کا دین اسلام۔ اس حقیقت کی پیروی ہم پر فرض ہے۔ بندگی رب کے تقاضے یہی ہیں کہ اللہ کے ہر حکم کو پوری طرح مانا جائے اور اُس کے دین پر مکمل طریقے سے عمل پیرا ہوا جائے۔ مزاج کو اچھے لگنے والے احکام کو ماننا اور خلافِ مزاج باتوں کو چھوڑنا، نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اس کو اپنی زندگیوں پر نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

ایک پاکستانی فوجی افسر حلف اُٹھاتے ہوئے کہتا ہے:

''میں صدق دل سے اللہ کو حاضر ناظر جان کر حلف اُٹھاتا ہوں کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی حمایت کروں گا جو عوام کی خواہشات کا مظہر ہے اور میں خود کو کسی بھی قسم کی سیاسی سرگرمیوں سے دور رکھوں گا اور یہ کہ میں پاکستان کی خدمت ایمانداری اور وفاداری کے ساتھ سرانجام دونگا اور یہ کہ میں بری، بحری، فضائی جس طرح بھی حکم ملا میں جاؤں گا اور یہ کہ میں اپنے مطابق دیے گئے احکامات کی تکمیل اپنی جان کو درپیش خطرات سے بے نیاز ہو کر کرونگا۔ اللہ میرا حامی وناصر ہو''

جب کہ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں:

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت (وطنیت) کی طرف بلاتا ہے یا جو عصبیت کے لئے لڑتا ہے یا جو عصبیت کے لئے مارا جاتا ہے۔

آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا یہ فوج اسلامی ہے یا لادینیت اور عصبیت جیسے کفریہ عقائد کی حامل ہے۔

معرکۂ ملاذکرد

۴۶۳ھ میں بیزنطینی بادشاہ رومانس چہارم نے ارادہ کیا کہ آرمینیا کا علاقہ مسلمانوں سے لیکر اپنے ملک میں شامل کرلیں۔ اس غرض کے لئے اس نے دولاکھ سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکرِ جرّار تیار کیا۔ جب مسلمانوں کے بادشاہ الب ارسلان کو عیسائیوں کے اس ارادے کا پتہ چلا تو اس نے بھی آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کا عزم کیا۔ لیکن حالات کی نزاکت اور وقت کی کمی نے حاکم کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ بھی اتنا بڑا لشکر تیار کرتا۔ لہٰذا اس نے اس محدود وقت میں جو ہوسکا کرلیا اور صرف پندرہ ہزار کا لشکر لیکر آرمینیا کی طرف چل نکلا۔ آرمینیا کے مقام پر دونوں افواج کی مقدمۃ الجیش کا آمنا سامنا ہوا، مسلمانوں کا لشکر اتنی استقامت اور بہادری سے لڑا کہ پندرہ ہزار نے دولاکھ کو شکست دی۔ مسلمان بادشاہ نے اس فتح اور نصرت کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور عیسائی بادشاہ کو صلح کی پیشکش کی۔ لیکن دعوتِ مصالحت کو قبول کرنے کی بجائے اس نے مسلمانوں کو اُن کے ملک پر قابض ہونے کی دھمکی دی۔ اس جواب پر ملک الب ارسلان اور مسلمانوں کے لشکر میں جوش اور غیرت کی ایک لہر دوڑی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ عددی اعتبار سے کم اس لشکر سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ امام کے ساتھ فقیہ ابونصر محمد بن عبدالملک البخاری رحمہ اللہ بھی تھے۔ جنہوں نے امام المسلمین کو جہاد کی ترغیب دی اور فرمایا کہ آپ اللہ کے دین کی خاطر لڑ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور اسے تمام ادیان پر غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فتح آپ کے نام لکھ دی ہے۔ آپ ان کفار پر جمعہ کے دن زوال کے بعد اس وقت حملہ کریں جب ائمہ منبروں سے خطبہ دے رہے ہوں کیونکہ وہ مجاہدین کے لئے فتح اور نصرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ جمعہ کے دن امام نے خود نماز پڑھائی اور امام رو پڑے، جس پر تمام مسلمان بھی زار وقطار رونے لگے۔ امام نے دعا کی اور اس کے ساتھ لوگوں نے بھی دعا کی۔ امام نے سفید لباس پہنا اور خوشبو لگائی اور پھر کہا ''اگر میں قتل ہوا تو یہی میرا کفن ہوگا''۔ دونوں لشکر ملاذکرد کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے۔ مسلمان اتنے جوش اور جذبے میں تھے کہ دیکھنے والے کو یوں محسوس ہورہا تھا گویا کہ یہ ایک ہی فرد ہے جو اپنے دشمن پر حملہ آور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور رومیوں کو ایسی شکست ہوئی کہ میدانِ جنگ ان کی لاشوں سے بھر گیا۔ عیسائی بادشاہ جس نے انتہائی تکبر کیساتھ مصالحت کی دعوت ٹھکرا دی تھی، اب ذلیل وخوار ہوکر مسلمانوں کی قید میں آیا۔ لیکن مسلمان بادشاہ کی فراخدلی کہ اسے قتل کرنے کی بجائے اس سے پندرہ لاکھ دینار فدیہ کے عوض چھوڑ دیا۔ نصرانی بادشاہ اب سب کچھ ماننے پر تیار تھا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ پچاس سال کے لئے صلح کی۔ مسلمان بادشاہ الب ارسلان نے اسے واپس اپنے ملک بھیج دیا۔ مسلمان مجاہدین کی ایک جماعت نے بادشاہ کو اپنے لشکر تک پہنچایا اور اپنے ساتھ ایک جھنڈا لیکر گئے جس پر کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا گیا تھا۔

(الموسوعۃ الموجزۃ فی التاریخ الاسلامی 3/74)

اغراض و مقاصد

جماعت الاحرار

(تحریکِ طالبان پاکستان)

(1) ہم اللہ کی وحدانیت اور حاکمیت کے قائل ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مانتے ہیں

(2) ہم قرآن وسنت کی بالادستی اور رضائے الٰہی کے حصول کو اپنا پہلا مقصد مانتے ہیں۔

(3) ہم مذاہبِ اربعہ اور تمام اسلاف کو برحق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق وصداقت سمجھتے ہیں۔

(4) ہم پاکستان سمیت پوری دنیا میں شریعت اسلامی اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام اور اس کے لیے مسلح جدوجہد کرتے ہیں۔

(5) ہم حرمین شریفین اور مسجدِ اقصیٰ سمیت تمام اسلامی مقبوضات کو آزادی دلا کر شریعت نافذ کرنے کے لیے مسلح قتال کرتے ہیں۔

(6) ہم امتِ مسلمہ کو تقسیم کرنے والے تمام قومی و وطنی اور مسلکی سرحدات کو ختم کر کے ایک اسلامی ریاست میں ضم کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

(7) ہم مجاہدینِ فی سبیل اللہ کی بغیر کسی شرعی وجہ کے مخالفت اور بے گناہ عوام کے ناحق قتل کو گناہِ کبیرہ سمجھتے ہیں۔

(8) ہم حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے والے کو کافر، جبکہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں بلکہ گناہگار سمجھتے ہیں۔

(9) ہم مظلوم امت کی دادرسی اور ظالم کا ہاتھ روکنے کو اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں۔

(10) ہم امت مسلمہ کے تمام اسیروں جو کفر الحاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کو رہائی دلانا فرضِ اولین سمجھتے ہیں۔